فاضِل بریلوی

(احمد رضا خان صاحب)

کے کردار ونظریات کا مختصر جائزہ

تالیف

پروفیسر ابو عُبید دہلوی

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین مزنگ لاہور

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِه الْکَرِیْم

فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب 1272ھ میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے اور 1339ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے سوانح نگاروں کے بقول وہ بہت ذہین تھے اس لیے چودہ سال کی عمر ہی میں فتویٰ نویسی کرنے لگے۔ ہم ان کی ذہانت، وسعت علمی اور دقیقہ سنجی پر شک نہیں کرتے لیکن یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ علم وذہانت اور چیز ہے اور ہدایت وتقویٰ اور چیز ہے۔ اکبری دور کے ایک عالم فیضی نے ایسی تفسیر لکھی جس میں کوئی حرف نقطہ والا استعمال نہیں کیا لیکن اس کے باوجود ہدایت سے محروم رہا۔

ہم نے جناب فاضل بریلوی کی سیرت اور ان کے افکار واحوال کا بغیر کسی تعصب کے کھلے دل کے ساتھ مطالعہ کیا۔ دوران مطالعہ ان کی سیرت اور ان کے افکار کے بعض ایسے پہلو ہمارے سامنے آئے کہ حق وانصاف اور منصفانہ تحقیق کے دامن کو تھامے ہوئے ہمیں ان کا اہلسنت میں سے ہونا صحیح نہ معلوم ہوا۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ تاریخ اور فن رجال سے دلچسپی رکھنے والوں کی نظر میں کچھ ایسے گوشے ظاہر کر دیں کہ وہ خود بھی ان کی سیرت وکردار اور ان کے افکار کی حیثیت کی تعیین کر سکیں۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ سنجیدگی ومتانت اور تہذیب وتحقیق کا اجتماع کسی بھی مرحلہ میں تعصب اور محض جذباتیت سے ملوث نہ ہو اور کسی بھی لفظ کو اختیار کرنے میں حقیقت واقعیہ سے تجاوز نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

پروفیسر ابوعبید دہلوی

فہرست مضامین

باب 1: احمد رضا خان صاحب کے اہلسنت کے خلاف چند عقائد ونظریات 5

پہلا عقیدہ: رسول اللہ ﷺ کے لیے جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہونا 5

دوسرا عقیدہ: نبی ﷺ کو مختار کل ماننا۔ 10

تیسرا عقیدہ: رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر ماننا 12

باب 2: اہلسنت اشاعرہ کے عقیدے کا استہزاء 14

باب 3: احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ قرآن کی غلطیاں 19

باب 4: احمد رضا خان صاحب کا اہلسُنت کے مخالف ترجمہ قرآن 22

باب 5: احمد رضا خان صاحب کا شوقِ تکفیر نمبر 1 30

باب 6: احمد رضا خان صاحب کا شوقِ تکفیر نمبر 2 40

شہید بالاکوٹ شاہ اسماعیل شہیدؒ پر قائم کردہ چند عجیب وغریب کفریات کا جائزہ 40

مثال نمبر 1 41

مثال نمبر 2 45

باب 7: غیر دیوبندی علماء ومشائخ کا احمد رضا خان صاحب کی تکفیر سے اختلاف 50

باب 8: بے ادب بے نصیب 55

1- طرف قبلہ کی بے ادبی 55

2- حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں بے ادبی 56

3- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بے ادبی 57

4- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی 57

5- احمد رضا خان صاحب کی مسجد نبوی کے اپنے ممدوح مدرس کی تحقیر وتوہین 58

باب 9: احمد رضا خان صاحب کی وصیت 61

باب 10: روایت حدیث میں بے احتیاطی: جھوٹی ومن گھڑت روایات بیان کرنا 63

باب 11: احمد رضا خان صاحب کی دو غلط بیانیاں 65

باب 12: احمد رضا خان صاحب کی زبان کی شرافت کا معیار 72

باب 13: احمد رضا خان صاحب کے بارے میں ان کے ہم عصر غیر دیوبندی علماء کی آراء 74

1- علمائے بدایوں کو احمد رضا خان صاحب سے گلہ شکوہ 74

2- علمائے رامپور کا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں تبصرہ 76

3- مولانا لطف اللہ علی گڑھی کا پر درد تاثر 76

4- خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری کا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں مفصل ومدلل جائزہ 77

باب:1

فاضل بریلوی کے اہلسُنت کے مخالف عقائد ونظریات

احمد رضا خاں صاحب کا اہلسنت کے مخالف پہلا عقیدہ:

رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم ماننا

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس معنی میں علم غیب حاصل نہ تھا کہ آپ ﷺ کو صلاحیت حاصل ہو کہ از خود اور بغیر کسی واسطے کے اور جب چاہیں غیب کی باتوں کو جان سکیں خواہ وہ صلاحیت ذاتی ہو یا عطائی ہو۔ البتہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی بہت سی باتوں کا مختلف ذرائع اور واسطوں سے علم عطا فرمایا تھا لیکن وہ جمیع ما کان و ما یکون کا نہیں تھا اور قرآن وحدیث سے غیب کی بعض باتوں کا آپ ﷺ کو علم نہ ہونا صریح طور سے ثابت ہے۔

لیکن اس بارے میں فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب کچھ اور کہتے ہیں۔ ان کے حوالجات ملاحظہ ہوں:

(1) روزِ اول سے روز آخر تک سب ما کان و ما یکون انہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کو بتایا (انباء المصطفیٰ)

(2) ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم کو

اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الیٰ یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوحِ محفوظ کا حکم دیا۔ (انباء المصطفیٰ)

(3) ازل سے ابد تک تمام غیب وشہادت پر اطلاع تام حاصل الا ما شاء اللہ۔ (اعتقاد الاحباب)

(4) ''...... کونسی سرکار میں جنہیں دلوں کے ارادوں خطروں قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے جن سے اللہ عزوجل نے ما کان و ما یکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔'' (حدائق بخشش حصہ سوم ص 9)

تبصرہ

اس عقیدے کے غلط اور اہلسنت کے خلاف ہونے کے بارے میں مدینہ منورہ کے مفتی سید احمد آفندی برزنجی حسینی رحمہ اللہ کا درج ذیل تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ وہی مفتی سید احمد برزنجی ہیں جن کی تعریف میں خود احمد رضا خان صاحب نے یہ کلمات کہے ہیں:

''حائز العلوم النقلية و فائز الفنون العقلية الجامع بين شرف النسب والحسب وارث العلم والمجد ابا عن اب المحقق الالمعی والمدقق اللوذعی مفتی الشافعية بالمدينة المحمية مولانا السيد الشريف احمد البرزنجی عمت فيوضه کل رومی وزنجی.''

(ترجمہ: علوم نقلیہ کے جامع اور فنون عقلیہ میں فائز، حسب ونسب کی شرافت کے جامع آباؤ اجداد سے علم و بزرگی کے وارث نقاد ذہن والے محقق اور تیز ذہن والے مدقق۔ مدینہ طیبہ میں شافعیہ کے مفتی مولانا سید شریف احمد برزنجی ان کا فیض ہر سیاہ وسفید کو شامل ہو۔)

اور جن کے بارے میں احمد رضا خان صاحب نے اپنے فتوے حسام الحرمین پر تقریظ لکھوانے اور مہر لگوانے پر لکھا:

''مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے فائد کہاں کی ہوں گی جہاں سے

دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا...... جس خوبی و خوش اسلوبی و جوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقیں فرمائیں''۔(ص ۴۶ حسام الحرمین)

انہی مفتی سید احمد برزنجی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ غایۃ المامول کے نام سے احمد رضا خان صاحب کے اسی عقیدہ کے خلاف لکھا۔ اس کے شروع میں انہوں نے رسالہ لکھنے کی وجہ یوں ذکر کی ہے:

فقد کنت الفت رسالة مختصرة جوابا عن سوال ورد الی من الهند مضمونها انه:

ہندوستان سے آنیوالے ایک سوال کے جواب میں، میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

وقع تنازع بین علماء الهند فی علمه صلی الله علیه وسلم هل هو محیط بجمیع المغیبات حتی الخمس المذکورة فی قوله تعالیٰ ان اللّٰه عنده علم الساعة وینزل الغیث الایة اوغیر محیط بذلک وان جماعة من العلماء ذهبوا الی الاول والاخرون الی الثانی فمع ای الفریقین یکون الحق نرید منکم بیان ذلک بالادلة الشافیة.

(ترجمہ: علمائے ہند میں جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ جھگڑا پڑ گیا ہے کہ آیا آپ ﷺ کا علم مغیبات خمسہ (جن کا ذکر آیت **ان الله عنده علم الساعة** میں ہے) سمیت تمام مغیبات کو محیط ہے یا نہیں؟ علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل ہے اور دوسری دوسری شق کی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ شافی دلائل سے یہ بیان فرمائیں کہ حق کس جماعت کے ساتھ ہے۔)

فالفت تلک الرسالة و بینت فیها انه صلی اللّٰه علیه وسلم اعلم الخلق و ان علمه محیط بجمیع مهمات الدین و محیط ایضا بمهمات الکائنات فی الدنیا و الآخرة . ولکن المغیبات الخمس

لا تدخل تحت شمول علمه الشریف للدلالة الواضحة الدالة علی ذلک من الکتاب و السنة وکلام السلف وان ذلک لا یخدش ادنی خدش فی علو مقامه و رفعة درجته فتلقوا رسالتی المذکورة بکمال الرغبة و نهایة القبول.

(ترجمہ: تو میں نے وہ رسالہ تالیف کیا اور اس میں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم ہے اور آپ کا علم جمیع دینی امور کو محیط ہے بلکہ دنیا وآخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے لیکن قرآن وسنت اور کلام سلف کے واضح دلائل کی بناء پر مغیبات خمسہ آپ کے علم شریف میں داخل نہیں ہیں اور یہ بات آپ کے مقام کی برتری اور بلندیٔ مرتبت میں ذرہ بھر قادح نہیں ہے۔ پس انہوں نے میرے اس رسالے کو انتہائی رغبت اور پوری قبولیت کے ساتھ لے لیا)۔

ثم بعد ذلک ورد الی المدینة المنوره رجل من علماء الهند یدعی احمد رضا خان فلما اجتمع بی اخبر نی اولا بان فی الهند اناسا من اهل الکفر و الضلال منهم غلام احمد القادیانی فانه یدعی مماثلة المسیح والوحی الیه والنبوة و منهم الفرقة المسماة بالا میریة والفرقة المسماة بالقاسمیة.

(ترجمہ: پھر اس کے بعد علمائے ہند میں سے ایک صاحب جن کو احمد رضا خان کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آئے۔ جب وہ مجھ سے ملے تو اولاً انہوں نے مجھے بتایا کہ ہند میں اہلِ کفر وضلال میں سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے ایک غلام احمد قادیانی ہے جو مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے مماثل ہونے کا اور اپنے لیے وحی اور نبوت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ انہیں میں سے ایک فرقہ امیر یہ ہے، ایک نذیر یہ ہے، اور ایک قاسمیہ ہے۔)

کچھ آگے چل کر مفتی سید احمد برزنجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

ثم بعد ذلک اطلعنی احمد رضا خان المذکور علی رسالة له ذهب فیها الی انه ﷺ محیط بکل شئ حتی المغیبات الخمس وانه لا یستثنی من ذلک الا العلم المتعلق بذات الله تعالیٰ و صفاته المقدسة و انه لا فرق بین. علم الباری سبحانه و تعالیٰ و علمه ﷺ فی الاحاطة المذکورة الا بالقدم و الحدوث و ان له علی مدعاه هذا برهانا قاطعا و هو قوله تعالیٰ و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ فلم آل جهدا فی بیان ان الآیة المذکورة لا تدل علی مدعاه دلالة قطعیة و ان الاحاطة العلمیة بجمیع المعلومات التی لا تتنا هی مختصة بالله تعالیٰ ولم یقل بحصولها لغیره تعالیٰ احد من ائمة الدین فلم یرجع عن ذلک و اصرو عاند و لما کان زعم هذا غلطا و جرأة علی تفسیر کتاب الله بغیر دلیل احببت الآن ان اجمع کلاما مختصرا یکون تتمة لرسالتنا الا ولیٰ فیه بیان بطلان استدلاله علی مد عاه بالآیة المذکورة مشیرا الی بعض مهمات رسالته المذکوره التی ذکر ها تائیدا لقوله. مبینا نقضها و عدم صحتها من وجوه عدیدة.''
(غایة المامول)

(ترجمہ: پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا خان نے اپنے ایک اور رسالہ پر مطلع کیا جس میں وہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا علم ہر چیز کو محیط ہے حتی کہ مغیبات خمسہ کو بھی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں، اور یہ کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم کے درمیان احاطۂ مذکورہ میں صرف حدوث وقدم کا فرق ہے اور یہ کہ ان کے پاس اپنے اس مدعی پر دلیل قاطع اللہ تعالیٰ کا قول **وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ** ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا ہے)۔

یہ سن کر میں نے اس بات کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ ان کے مدعیٰ پر دلالت قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناهیہ کا احاطۂ علمیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور ائمہ دین میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کے لیے غیر متناہی کے احاطۂ علمیہ کا قول نہیں کیا۔ لیکن احمد رضا خان نے اپنے قول سے رجوع نہیں کیا بلکہ وہ اپنی بات پر اڑے رہے اور حق سے عناد کیا۔ چونکہ ان کا یہ دعویٰ غلط تھا اور ان کی قرآن کی یہ تفسیر بلا دلیل تھی اس لیے میں نے چاہا کہ میں ایک مختصر کلام جمع کردوں جو ہمارے پہلے رسالے کا تتمہ بن جائے جس میں ان کے اپنے دعویٰ پر آیت مذکورہ سے استدلال کے باطل ہونے کا بیان کرتے ہوئے اس رسالہ کی بعض اہم باتوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے ساتھ ہی متعدد وجوہ سے اس رسالہ کے نقض اور اس کی عدم صحت کو بھی بیان کر دیا جائے)۔

احمد رضا خان صاحب کا اہلسنت کے مخالف دوسرا عقیدہ

نبی ﷺ کو مختارِ کل ماننا

اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو امور عادۃً بندے کی قدرت میں نہیں ان کو کرنے کی قدرت نہ تو رسول اللہ ﷺ کو از خود یعنی ذاتی طور پر حاصل تھی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی۔ خرق عادت اور معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔

لیکن فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب کچھ اور ہی کہتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں، دنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں۔'' (برکات الامداد بحوالہ دل کا سرور)

مزید لکھتے ہیں:

''احکام شریعت حضور سید عالم ﷺ کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں ناجائز فرما دیں۔

جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں''۔(الامن والعلی)

اس عقیدے کی مزید وضاحت احمد رضا خان صاحب کے صدر الشریعہ امجد علی صاحب یوں کرتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔تمام جہان حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا ہے جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں۔جس سے جو چاہیں واپس لیں۔تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں......تمام زمین ان کی ملک ہے۔تمام جنت ان کی جاگیر ہے ملکوت السمٰوٰت والارض حضورؐ کے زیر فرمان۔ جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا وآخرت حضور ﷺ کی عطا کا ایک حصہ ہے۔احکام تشریعیہ حضور ﷺ کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں......''۔(بہارِ شریعت)

احمد رضا خان صاحب کے اس عقیدہ کے برعکس قرآن پاک میں یوں ہے:

(1) قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ. (سورہ اعراف: 188)

(ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذاتِ خاص کے لیے تو کسی ضرر اور نفع کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔)

(2) قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا (سورہ جن: 21)

(ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ بے شک میں اختیار نہیں رکھتا تمہارے کچھ نقصان کا نہ فائدے کا۔)

(3) قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ. (سورہ انعام: 50)

(ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔)

احمد رضا خان صاحب کے اس غلط عقیدے کی زد جو قرآن پاک پر پڑتی ہے اس کی تفصیل ص 29 پر آرہی ہے۔

فاضل بریلوی کا اہلسنت کے مخالف تیسرا عقیدہ

رسول اللہ ﷺ کو حاضر وناظر ماننا

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر چیز پر حاضر وناظر ہونے کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ صرف وہی اپنے علم کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے اور صرف وہی ہر چیز کو بیک وقت واقعۃً دیکھتا ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

لیکن فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے اہلسنت کے خلاف یہ نیا عقیدہ نکالا اور قران پاک کی آیت اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (سورہ فتح) کا ترجمہ یہ کیا کہ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر۔

ہم کہتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے کہ شہود وشہادۃ کا حقیقی معنی امام راغب رحمہ اللہ نے مفردات میں الحضور مع المشاہدۃ بتایا ہے لیکن اس کا صرف یہی معنی نہیں۔اس کے مجازی معنی بھی متعدد ہیں جو خود امام راغب رحمہ اللہ نے لکھے ہیں مثلاً:

1- وہ قول جو بصیرت یا بصر کے مشاہدے سے علم کی وجہ سے صادر ہو۔

2- علم ہونا۔قران پاک میں ہے وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ یعنی تم جانتے ہو۔

3- حکم لگانا۔قرآن پاک میں ہے وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا یعنی زلیخا کے گھر والوں میں سے ایک حکم لگانے والے نے یہ حکم لگایا۔

4- خبر دینا۔قرآن پاک میں ہے وَمَا شَهِدْنَا اِلَّا بما عَلِمْنَا یعنی ہم نے تم کو صرف اس کی خبر دی ہے جو ہم جانتے ہیں۔

5- اقرار کرنا۔ قرآن پاک میں ہے شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ یعنی وہ اپنے خلاف کفر کا اقرار کرنے والے ہیں۔

غرض یہاں دو باتیں قابل غور ہیں:

1- حقیقی معنی کے ساتھ جب مجازی معنی بھی مروج ہوں تو کسی جگہ یہ طے کرنا کہ یہاں کس معنی کے لیے استعمال ہوا ہے اس کے لیے دیگر دلائل وقرائن کی ضرورت ہے کیونکہ دوسرے معنی کے احتمال کے ہوتے ہوئے اس کو ایک معنی میں قطعی تو کیا ظنی بھی نہیں مانا جاسکتا اس لیے کہ اس وقت یہ لفظ مشترک ہے جو مجمل ومبہم ہوتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہمیں کچھ علم نہیں اس لیے ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے ہر جگہ موجود و حاضر ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ تو لوگوں کے سامنے تھی اور اب بھی ہمیں معلوم ہیں کہ آپ ﷺ اپنی ذات کے ساتھ اپنی قبر مبارک میں موجود ہیں۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اپنی حیات مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ اپنی ذات مبارکہ کے ساتھ کائنات کی ہر ہر جگہ پر موجود تھے۔ رہی روح مبارکہ تو وہ بھی متناہی ومحدود ہے۔ اس کے لیے بھی یہ ماننا کہ آپ کی حیات میں وہ ہر جگہ موجود تھی درست نہیں کیونکہ حیات میں وہ آپ کے جسم اقدس میں محدود تھی۔ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد رفیق اعلیٰ میں محدود ہے۔ یہ خیال کرنا کہ رفیق اعلیٰ میں رہتے ہوئے کائنات کا ایک ایک ذرہ آپ کی روح مبارکہ پر کھلا ہے اور آپ ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں اس کو ہر جگہ موجود و حاضر ہونا نہیں کہتے بلکہ ایک جگہ رہتے ہوئے ہر چیز کو دیکھنا کہتے ہیں یعنی مشاہدہ ہے حضوری نہیں ہے لیکن اس کا ثبوت بھی قران وحدیث میں نہیں ہے۔

غرض انا ارسلناک شاهدا کا تعلق آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سے ہے کہ جب آپ کو بھیجا تو آپ شاہد تھے۔ اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ ”بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر“ بالکل بھی درست نہیں بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ بنتا ہے ”بے شک ہم نے تمہیں بھیجا (دین کی باتوں کی) خبر دینے والا۔

باب:2

اہلسنت اشاعرہ کے عقیدے کا استہزاء

عقائد کی مشہور کتاب مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ میں ہے۔

(ثم قال) ای صاحب العمدة (لایوصف) الله (تعالیٰ بالقدرة علی الظلم و السفه و الکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرة) ای لا یصلح متعلقا لها (وعند المعتزلة یقدر) تعالیٰ علی کل مما ذکر (ولا یفعل اه) کلام صاحب العمدة (و) کانه انقلب علیه ما نقله عن المعتزلة اذ (لا شک فی ان سلب القدرة عما ذکر) من الظلم و السفه والکذب (هو مذهب المعتزلة و اما ثبوتها) ای القدرة علی ما ذکر ثم الامتناع عن متعلقها) اختیارا (فبمذهب) ای فهو بمذهب (الاشاعرة ألیق) منه بمذهب المعتزلة (و) لا یخفی ان هذا الا لیق ادخل فی التنزیه ایضا اذ (لاشک) فی (ان الامتناع عنها) ای عن المذکورات من الظلم والسفه و الکذب (من باب التنزیهات) عمالا یلیق بجناب قدسه تعالیٰ. (مسامره. 189)

(ترجمہ: صاحبِ عمدہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ظلم سفاہت اور کذب کے ساتھ موصوف نہیں ہیں کیونکہ محال قدرت کے تحت داخل نہیں ہے یعنی قدرتِ الٰہی کے ساتھ متعلق ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا جب کہ معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ ان سب مذکورہ امور پر قدرت رکھتے ہیں البتہ کرتے نہیں ہیں (یہاں پر عمدہ کا

کلام پورا ہوا) معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عمدہ نے جو معتزلہ کا عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان پر اُلٹ گیا کیونکہ یہ بات بلا شک وشبہ ہے کہ ظلم سفاہت اور کذب پر باری تعالیٰ کی عدم قدرت کا عقیدہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان پر قدرت باری تعالیٰ کا ثبوت پھر ان کے متعلق سے امتناع معتزلہ کے بجائے اشاعرہ (یعنی اہلسنت) کے مذہب کے زیادہ لائق ہے۔ اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مذکورہ لیاقت کو اللہ تعالیٰ کی عیوب سے تنزیہ میں بہت زیادہ دخل حاصل ہے کیونکہ ظلم سفاہت اور کذب جیسے امور سے بالفعل امتناع اللہ تعالیٰ کی شان کے غیر مناسب امور سے تنزیہ کے باب سے ہے۔)

ملاحظہ فرمائیے اہل سنت کے عقائد پر مشتمل مشہور کتاب میں کس وضاحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہلسنت کے ایک گروہ یعنی اشاعرہ کے نزدیک ظلم وکذب وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کو قدرت تو حاصل ہے البتہ اللہ تعالیٰ سے ان کا صدور نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے ان کا وقوع وصدور ممتنع اور محال ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی ایک عبارت میں اہلسنت اشاعرہ کا یہی عقیدہ اختیار کیا اور اس پر دلیل لائے۔ احمد رضا خان صاحب نے نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ کھلی تلبیس سے کام لیتے ہوئے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرف محض اپنی اختراع سے اللہ تعالیٰ کی شان میں انتہائی گھناؤنے عقائد منسوب کئے اور ذرا خیال نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے الفاظ کا استعمال ادب کے دائرہ میں آتا ہے یا بے ادبی کے دائرہ میں حالانکہ عام آدمی بھی کسی کے کفر کو نقل کرنے میں محتاط ہوتا ہے۔ لیکن فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب کی اس باب میں جولانی طبع ملاحظہ ہو۔

موصوف لکھتے ہیں:

''وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے...... اس کا (یعنی جسکا) سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے۔ ایسے کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں نہ اس کی کتاب قابل

استناد نہ اس کا دین لائق اعتماد۔ ایسے کو جس میں ہر عیب ونقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیخت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے۔ ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اُونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا، پیشاب کرنا پاخانہ پھرنا، ناچنا تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور کرنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے صمد نہیں جوف دار کھکل ہے۔ سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے، اس کے ماں باپ جورو بٹیا سب ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے ہے برمہا کی طرح چومکھا ہے۔ الخ (فتاوی رضویہ ص 791 ج 1 مطبوعہ لائلپور)

احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت کی مزید تشریح ان کے ایک معتقد عبدالرحمٰن بیتھوی کی زبانی سنیئے اور سر پکڑ لیجئے۔ لکھتے ہیں:

''آدمی تو عورت سے بھی ہے۔ اگر تمہارا ساختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گزرا ہوا۔ عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کرا سکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہوسکا، پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے؟ اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کا ہے میں کرا سکے گا، خنثیٰ خدا کے پجاریو! کیوں سبوح قدوس کے

بندوں سے الجھتے ہو۔ مورتی پوجن والے ہندوؤ! ناحق الگ الگ لنگ اور جلہری بنانے کے سودے میں پڑے ہو۔ مقدس مدرسہ دیو بند میں آؤ کہ دونوں علامتیں ایک ہی معبود میں پاؤ۔

لطیفہ تعجب تھا کہ خدا کے لیے آلۂ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی، اندام زنی ہو تو اس کے لائق اسے مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے انتہا ہوگی یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا ڈبل خدا ماننا ہوگا جو دوسری ہوس بھر سکے۔

افسوس وہابیہ کا ساختہ خدا کہاں کہاں آدمی کی ریس کرے گا۔ امکان جہت کی خباثت ان کے معبود کو بے ناچ نچائے نہ چھوڑے گی۔ ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں بدلتی ہے اگر ان کا معبود یوں ہی نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا گزرا، اور واقعی بقول دربھنگی صاحب کے تعلیمی باپ محمود الحسن دیوبندی صاحب کے جب یہ کلیہ ہے کہ انسان جو کچھ اپنے لیے کر سکے ان کا معبود اپنے لیے کر سکتا ہے تو مشعلچی کی طرح رنڈی کے ساتھ گھومے گا بھی۔ خود بھی ناچے گا اور ڈگڈگی بجا کر بندر نچا کر اسے اپنے پاس گھمائے گا بھی، نٹ کی طرح بانس پر چڑھ کر کلا کھیلے گا۔ کیا کچھ نہ کر سکے گا۔ ایسے تماشے معبود پر اف اور اس کے اعجوبہ پرست عابدوں پر تف مگر سخت عجب یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں چار رنڈیاں ناچتی ہوں اور آن واحد میں وہ چار جہات مختلفہ کو اپنی سمت بدلیں۔ ان کا خدا اگر اس وقت ایک ہی سمت بدل سکا تو تین رنڈیوں کے فعل پر قادر نہ ہوا اور اگر آن واحد میں چاروں سمت کو بدلا تو یہ رنڈیاں تو چار تھیں انہوں نے ایک ایک جہت بانٹ لی۔ یہ کہ واحد کہلاتا ہے کدھر سے اپنے چار ٹکڑے کرے گا۔ ایک آن میں چار جہتیں کیسے بدلے گا؟''

(پیکان جانگداز از عبدالرحمٰن بیتھوی)

اگر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی بات کو غلط ہی بتانا تھا (حالانکہ جیسا کہ ہم نے حوالہ سے ثابت کیا وہ اہلسنت اشاعرہ کی بات تھی) تو علمی سنجیدگی کے ساتھ بھی بات کہی جا سکتی تھی جیسا کہ کسی علمی بحث وتنقید کا تقاضا ہوتا ہے لیکن احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکار نے علمی سنجیدگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمسخر کا ایسا فحش انداز اختیار کیا ہے کہ عقل سر پیٹ کر رہ جاتی ہے اور وہ بھی خدائے تعالیٰ کے بارے میں کہ جسے نقل کرتے ہوئے بھی قلم رُکتا ہے۔

اس کے علاوہ جو ایک اہم بات ہے وہ یہ کہ کھانا پینا، پیشاب پاخانہ کرنا، جماع کرنا، پھیلنا سکڑنا، خودکشی کرنا وغیرہ جتنے افعال ہیں ان کے لیے جسم کا ہونا ضروری ہے اور یہ جسمانی تقاضے ہیں جب کہ یہ بات سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت اور حاجت وضرورت سے منزہ ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو تو جان سکتے ہیں البتہ اس کی ذات کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے تو اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اور صفت قدرت کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا عقیدہ پیش کیا تھا جب کہ احمد رضا خان صاحب نے اپنے اعتراض میں اصل بات سے بالکل ہٹ کر جسم و ذات سے متعلق افعال کا ذکر کیا ہے۔ فیاللعجب

باب:3

فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کی غلطیاں

فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ غور وفکر کے بغیر اور کتب تفسیر و لغت کی طرف مراجعت کیے بغیر، طبعی کسلمندی کے اوقات میں املا کرایا۔ اسی وجہ سے ان کے ترجمہ میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اس بات کی وضاحت اگلے بیان میں آ رہی ہے۔ ان اغلاط کی تعداد تو اگرچہ بہت زیادہ ہے لیکن ہم چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

1- سورۂ بروج آیت نمبر 15

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ

احمد رضا خان صاحب نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ''عزت والے عرش کا مالک''

یعنی احمد رضا خان صاحب نے **المجیدُ** کو **العرش** کی صفت بنایا حالانکہ **المجیدُ** کی دال پر پیش کے ساتھ یہ **العرش** کی صفت بن ہی نہیں سکتی بلکہ **ذوالعرش** اور **المجید** یہ دو اللہ تعالیٰ کی علیحدہ علیحدہ صفات ہیں۔

لہٰذا صحیح ترجمہ یہ ہے: ''عرش کا مالک، بڑی شان والا۔''

2- سورۂ نحل آیت نمبر 53

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ.

احمد رضا خان صاحب اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو۔''

احمد رضا خان صاحب نے یہاں تَجْئَرُوْنَ کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ اس کا ترجمہ چلانا شور کرنا اور فریاد کرنا ہے پناہ لینا نہیں۔

لہٰذا صحیح ترجمہ یوں ہے: ''پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی تو اس کی طرف چلاتے ہو (فریاد کرتے ہو)۔

مفردات امام راغب میں ہے جَأَرَ **اذا افرط فی الدعاء و التضرع تشبیھا بجوار الوحشیات کالظباء و نحوھا.**

(جَأَرَ کہتے ہیں جب کہ آہ وزاری میں زیادتی کرے۔ وحشی جانور مثل ہرنوں کے رونے اور شور کرنے کے ساتھ مشابہت کی بناء پر ایسے کہا جاتا ہے۔)

(3) سورۂ رحمٰن آیت نمبر 33

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ.

احمد رضا خان صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اے جن وانسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔''

احمد رضا خان صاحب نے **لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ** کا ترجمہ یوں کیا ''جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔''

یہ ترجمہ بالکل ہی غلط ہے اور قرآن پاک کی عربی عبارت سے اس کو کچھ بھی مناسبت نہیں ہے اس حصے کا صحیح ترجمہ یوں ہے: ''بغیر زور کے نہیں نکل سکتے۔'' یہ ترجمہ عربی متن کے عین مطابق ہے۔ نتیجے کے اعتبار سے دونوں ترجموں میں بڑا فرق ہے۔

احمد رضا خان صاحب کے ترجمے کے مطابق جن و انس آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہیں جب کہ صحیح ترجمہ کے مطابق آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکلنے کے لیے زور وقوت چاہیے اور وہ زور وقوت جن وانس کے پاس موجود نہیں۔

4- سورۂ طارق آیت نمبر 6

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ. خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ.

احمد رضا خان صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا جست کرتے پانی سے۔

اپنے لفظی ترجمہ میں احمد رضا خان صاحب نے دوسرے خُلِقَ کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا حالانکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں لفظ خُلِقَ (بنایا گیا) کو دوبار ذکر کیا ہے تو وہ بلا حکمت تو نہیں ذکر کیا۔لیکن احمد رضا خان صاحب نے اس لفظ کو تکرار بے فائدہ سمجھ کر اس کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا۔

مثالیں تو اور بہت سی ہیں لیکن چونکہ ہمارا مقصد اختصار ہے لہٰذا فقط انہیں مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

باب:4

فاضل بریلوی کا
اہلسنت کے مخالف ترجمہ قرآن

احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ قرآن کی غلطیاں آپ نے ملاحظہ کیں۔احمد رضا خان صاحب سے یہ غلطیاں کیوں ہوئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب نے ترجمہ کرنے کے لیے کچھ زحمت نہیں کی۔فی البدیہہ ترجمہ املا کرایا اور وہ بھی جب کہ طبیعت تھکی ہوئی ہوتی تھی۔

چنانچہ احمد رضا خان صاحب کے سوانح نگار بدرالدین احمد رضوی لکھتے ہیں:

''صدر الشریعۃ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔آپ نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل دیرینہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔جب حضرت صدر الشریعۃ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے اس لیے آپ رات سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آ جایا کریں۔چنانچہ حضرت صدر الشریعۃ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدرالشریعۃ اس کو لکھتے رہےلیکن یہ ترجمہ اس طرح پرنہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالےقرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے۔''

(سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بحوالہ نقد وتبصرہ بر کنزالایمان)ص 274/11)

اس اقتباس سے یہ بات نکلتی ہے کہ قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ ترجمہ کیا گیا۔ اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ اس سے پیشتر جو تراجم تھے وہ صحیح نہ تھے حالانکہ جو اُردو تراجم اس وقت موجود تھے ان میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے دو جلیل القدر صاحبزادوں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ کے تراجم بلاشک وشبہ بالکل صحیح اور انتہائی محتاط تراجم تھے۔ کوئی بھی ان کے کسی مقام پر انگلی رکھنے کی جرأت نہ کر سکا ہے۔ لہٰذا مذکورہ ضرورت تو نہ تھی۔ البتہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کے جو عقائد تھے وہ چونکہ ان تراجم سے ثابت نہ ہوتے تھے لہٰذا احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کو ایسے ترجمہ کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں اپنے عقائد کو داخل کر دیا جائے۔

اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

1- احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ کے ساتھ احمد رضا خان صاحب کے ایک خلیفہ نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی تفسیر بھی چھپی ہے۔

آیت قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ کے تحت نعیم الدین صاحب مرادآبادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''کفار کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سید عالم ﷺ سے طرح طرح کے سوالات کیا

کرتے تھے کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سی دولت اور مال دیجئے کہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں۔ ہمارے لیے پہاڑوں کو سونا کر دیجیے۔ کبھی کہتے کہ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں سنائیے اور ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کیا کیا پیش آئے گا تاکہ ہم منافع حاصل کر لیں اور نقصانوں سے بچنے کے پہلے سے انتظام کر لیں۔ کبھی کہتے ہمیں قیامت کا وقت بتائیے کب آئے گی۔ کبھی کہتے آپ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے بھی ہیں نکاح بھی کرتے ہیں۔ ان کی ان تمام باتوں کا اس (یعنی مندرجہ بالا) آیت میں جواب دیا گیا کہ یہ کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے کیونکہ جو شخص کسی امر کا مدعی ہو اس سے وہی باتیں دریافت کی جا سکتی ہیں جو اس کے دعویٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور ان کو اس دعویٰ کے خلاف حُجت بنانا انتہا درجہ کا جہل ہے اس لیے ارشاد ہوا کہ آپ فرما دیجئے کہ میرا دعویٰ یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور میں اس کی طرف التفات نہ کروں تو رسالت سے منکر ہو جاؤ۔ نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں عذر کر سکو۔ نہ میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ کھانا پینا نکاح کرنا قابلِ اعتراض ہو۔ تو جن چیزوں کا دعویٰ ہی نہیں کیا ان کا سوال بے محل ہے اس کی اجابت مجھ پر لازم نہیں۔ میرا دعویٰ نبوت و رسالت کا ہے۔''(خزائن العرفان)

نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی یہ بات صحیح نہیں کہ آپ ﷺ کا دعویٰ فقط نبوت و رسالت کا تھا بلکہ جتنے بھی ضروری عقائد ہوتے ہیں نبی و رسول کی جانب سے ان سب کا دعویٰ ہی ہوتا ہے۔ اور احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین صاحب مرادآبادی دونوں ہی کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام غیب کا علم تھا اور دُنیا و آخرت کے تمام خزانے بھی آپ کے پاس تھے۔

1- علم غیب کلی سے متعلق احمد رضا خان صاحب کا عقیدہ یہ ہے:

i- ازل سے ابد تک تمام غیب وشہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ۔

(اعتقاد الاحباب ص 4)

ii- ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ و بارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔ (انباء المصطفیٰ)

iii- جنہیں دلوں کے ارادوں، خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے جن سے اللہ عزوجل نے ما کان و ما یکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔

(حدائق بخشش حصہ سوم۔ مقدمہ)

2- دنیا وآخرت کے خزانوں کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کا عقیدہ یہ ہے۔

i- ''حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں، دنیا وآخرت کی مرادیں سب حضور کے اختیار میں ہیں۔'' (برکات الامداد)

ii- یہی صدر الشریعہ امجد علی جنہوں نے اصرار کر کے احمد رضا خان صاحب سے قرآن پاک کا ترجمہ کروایا اپنی کتاب 'بہارِ شریعت' میں یہ عقیدہ لکھتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا۔ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں...... تمام زمین ان کی ملک ہے۔ تمام جنت و نار کی کنجیاں دست اِقدس میں دے دی گئیں۔ رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا وآخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے......''

جب احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب دونوں ہی کے نزدیک یہ عقیدے وہ ہیں کہ ان کو نہ ماننے والا گمراہ ہوتا ہے تو پھر تو ان دونوں کے

نزدیک نبی ﷺ نے ان کا دعویٰ بھی ضرور کیا ہوگا۔ کیونکہ کوئی آپ کو نبی و رسول تو مانے لیکن ان مذکورہ دو وصفوں کے ساتھ متصف نہ مانے تو ان دونوں کے نزدیک وہ ایمان کامل اور قابل اعتبار نہیں۔ چاہے یہ دونوں اوصاف آپ کو اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ہی حاصل ہوئے ہوں۔

اب اگر بقول احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب آپ ﷺ کے ان عقائد کے دعوے کی روشنی میں کفار نے آپ سے مال و دولت کا سوال کیا یا آپ سے قیامت کے کب واقع ہونے کا سوال کیا یا کوئی اور گزشتہ وآئندہ کی کوئی بات پوچھی تو نعیم الدین مراد آبادی صاحب کا یہ کہنا کہ ''کفار کا یہ کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے'' خود ہی بہت بے محل ہے بلکہ ان لوگوں کے عقائد کے مطابق تو کفار کا مطالبہ انتہائی برمحل ہوا۔

کفار کے مطالبے کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ ''میرا دعویٰ یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں'' اپنے دعویٰ سے پھرنا اور اس طرح قرآن کو جھٹلانا ہوا نعوذ باللہ من ذلک۔ اور اسی طرح ان کے جواب میں یہ کہنا کہ ''نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے'' بھی العیاذ باللہ کفار کے ہاتھ میں قرآن کو کھیل بنانا ہوا کیونکہ کفار نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اگر آپ کو اللہ کے دیے بغیر محض اپنی ذات سے غیب کا علم ہے تو ہمیں ان باتوں کی خبر دیجئے بلکہ ان کا مطالبہ تو مطلق تھا کہ آپ کو جیسے بھی علم غیب حاصل ہو، حاصل تو ہے لہٰذا آپ ہمیں ان باتوں کا جواب دیجئے۔

اس ساری خرابی کی وجہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کے یہ غلط عقیدے ہیں جن کا اہلسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دیکھئے احمد رضا خان صاحب نے اپنے ان عقیدوں کو ان آیات کے ترجمے میں کس بے جوڑ طریقے سے داخل کرنے کی کوشش ہے۔

1- قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ.

تم فرما دو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔(ترجمہ احمد رضا خان)۔

احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں ''نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔'' (''آپ'' کا لفظ اِن کے مخصوص عقیدے کی ترجمانی کے لیے ہے ورنہ قرآن پاک کے متن میں اس لفظ کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر قرآنِ پاک کی اس آیت کا صحیح ترجمہ کیا جائے تو اس سے اگرچہ احمد رضا خان کے غلط عقائد کی تردید ہوتی ہے لیکن جو مذکورہ خرابیاں لازم آتی تھیں ان کا بھی دفعیہ ہو جاتا ہے۔

صحیح ترجمہ یہ ہے:

''آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو (جو کہ معلوماتِ الٰہیہ ہیں) جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔''

اس صحیح ترجمہ کو سامنے رکھیے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اس وقت کفار کا کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے علم غیب کلی کا دعویٰ ہی نہیں کیا تو پھر یہ توقع کرنا کہ آپ ﷺ ان کی مرضی کی ہر ہر بات کا جواب دیں انتہائی جہالت ہے۔

2- قُلْ لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ.

اس آیت کا احمد رضا خان صاحب یہ ترجمہ کرتے ہیں:

''تم فرماؤ میں اپنی جان کے بُرے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔ (کنز الایمان)

اس ترجمہ میں ذاتی کے لفظ کا اضافہ، اگرچہ قرآن پاک کے متن میں اس کے مقابلے میں کوئی بھی لفظ نہیں ہے، احمد رضا خان صاحب کے اہلسنت کے مخالف عقیدے

کی ترجمانی کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں خود بخود تو نہیں البتہ اللہ کے دیے سے اپنے لیے ہر نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہوں۔

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ.

احمد رضا خان صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ کفار عذاب کی وعیدیں سن کر بقصد تکذیب کہتے ہیں کہ اے نبی اور اے مسلمانوں یہ عذاب کا وعدہ کب واقع ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو واقع کیوں نہیں کرا دیتے۔

کفار کے اس مطالبہ پر آیت نازل ہوئی قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ. احمد رضا خان صاحب کے ترجمے کی روشنی میں جواب یوں بنے گا کہ میں ذاتی طور پر نہیں بلکہ اللہ کے دیے سے اپنے لیے تمام نفع ونقصان کا مالک ہوں۔ اور احمد رضا خان صاحب کے عقیدے کے مطابق اس سے بڑھ کر یوں ہوگا کہ میں اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی ہر نفع ونقصان کا مالک ہوں اگرچہ خود بخود اپنی ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ کے دیے سے یہ اختیار مجھے حاصل ہے۔ (نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے دیے سے مجھے تمہارے اوپر عذاب واقع کرنے کی قدرت ہے)۔

غور فرمائیے کیا سوال اور جواب میں کوئی مطابقت ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ عدم مطابقت کی خرابی اور وہ بھی قرآن پاک میں العیاذ باللہ محض احمد رضا خان صاحب کے غلط عقیدہ اور غلط ترجمہ کی وجہ سے پیدا ہوئی۔

صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لیے تو کسی ضرر کا اور کسی نفع کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔

مطلب یہ ہے کہ میں خود اپنی ذاتِ خاص کے لیے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا

اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں۔مگر جتنا اختیار خدا کو منظور ہوا اتنا اختیار البتہ حاصل ہے۔ پس جب خاص اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع و نقصان کا تو کیوں کر مالک ہوں گا پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

دیکھئے اس ترجمہ اور مطلب کی روشنی میں قرآن پاک کو کیسی عصمت حاصل ہوتی ہے اگرچہ احمد رضا خان صاحب کے باطل عقیدے کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

باب:5

فاضل بریلوی کا شوقِ تکفیر نمبر 1

علمی خیانتیں اور

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تکفیر

فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین کے نام سے ایک فتویٰ مرتب کیا اور اس پر حرمین کے بہت سے علماء سے تصدیقیں حاصل کیں۔ اس فتویٰ میں جہاں مرزا قادیانی پر گرفت کی وہیں بعض اہل حق کو بھی تکفیر کا نشانہ بنایا۔ ان اہل حق میں سے ایک مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ ان کی تکفیر خود اپنی بنائی ہوئی عبارت پر کی حالانکہ خود اپنی بنائی ہوئی عبارت بھی قواعد کی رو سے تکفیر کی وجہ نہیں بن سکتی۔

احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں یوں لکھا:

> ''اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے'' بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی

ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم وتأخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ۔''

آگے لکھتے ہیں:

''حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد ﷺ کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔''

(حسام الحرمین ص 101)

اس عبارت کا عربی ترجمہ جو خود احمد رضا خان صاحب کا کیا ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

والقاسمية المنسوبة الى قاسم النانوتوى صاحب تحذير الناس و هو القائل فيه ولو فرض في زمنه ﷺ بل لو حدث بعده ﷺ نبي جديد لم يخل ذٰلك بخاتميته. وانما يتخيل العوام انه ﷺ خاتم النبيين بمعنى آخر النبيين مع انه لا فضل فيه أصلا عندا هل الفهم.

(حسام الحرمين ص 100)

احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت سے مولانا قاسم نانوتویؒ کو نبی ﷺ کے آخری نبی ہونے کا منکر اور نتیجتاً کافر بتایا۔

اگر یہ عبارت بعینہ اسی طرح بھی ہوتی تب بھی یہ عبارت کفر کے معنی میں حتمی اور قطعی نہیں کیونکہ خاتمیت فقط زمانے کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ خاتم النبیین زمانے کے اعتبار سے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ سب انبیاء کے آخر میں آنے والے نبی ہیں۔ اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت کے مراتب ختم ہیں۔

مولانا روم رحمہ اللہ بھی خاتمیت مرتبی کا ذکر کرتے ہیں۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود

مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برو استاد دست

نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(ترجمہ: اس فیض کی سخاوت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ خاتم ہیں نہ آپ کی مانند کوئی کامل پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کوئی شخص کسی فن میں کمال حاصل کر لے تو کیا تو یہ نہیں کہتا کہ تم پر فن ختم ہے۔)

احمد رضا خان صاحب کی دی ہوئی عبارت کے پہلے دو جملوں میں واضح ہے کہ خاتمیت زمانے کے اعتبار سے مراد نہیں لی جا رہی بلکہ مرتبہ ومقام کے اعتبار سے خاتمیت مراد لی گئی ہے یعنی یہ کہ آپ ﷺ مرتبہ ومقام کے اعتبار سے تمام انبیاء پر فائق ہیں یہاں تک کہ اگر بالفرض خود آپ کے زمانے میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو مرتبہ ومقام کے اعتبار سے آپ کی خاتمیت مرتبی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (رہی یہ بات کہ کیا آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے تو مولانا قاسم نانوتویؒ نے اپنے رسالہ میں اس کی صراحت کے ساتھ نفی کی ہے۔ جیسا کہ ان کے حوالہ سے آگے معلوم ہوگا)۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے بھی انبیا علیہم السلام آئے رسول اللہ ﷺ مرتبہ کے اعتبار سے ان سب پر فائق ہیں۔ اس معنی میں خاتمیت کی بڑی شان اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے جب کہ آگے یا پیچھے آنے میں بالذات یعنی محض پہلے آنے میں یا بعد میں آنے میں خود اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی فضیلت نہیں ہوتی البتہ اگر فضیلت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ اور معنی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اصطلاح میں اس کو بالعرض کہتے ہیں یعنی تقدم وتأخر زمانہ میں بالذات فضیلت نہیں لیکن بالعرض ہوسکتی ہے۔

اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ ایک شخص کسی نیک کام میں سبقت کرتا ہے مثلاً کسی خیر کے کام میں سب سے پہلے خرچہ کرتا ہے بعد میں اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اولاً کرنے والے کو جو فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ فقط اولیت کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اس بناء

پر ہے کہ اس نے نیک کام اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں سب سے زیادہ مستعدی کا مظاہرہ کیا۔ ورنہ محض اولیت تو برے کاموں کو کرنے میں بھی پائی جاتی ہے حالانکہ اس میں کوئی فضیلت نہیں ہوتی بلکہ اس میں تو معاملہ اُلٹ ہوتا ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ کے محض آخر میں آنے میں نفس تاخیر کے اعتبار سے فضیلت نہیں البتہ اس اعتبار سے فضیلت ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت مرتبی آپ ﷺ کی خاتمیت زمانی کا تقاضا کرتی ہے یعنی آپ کا سب سے آخر میں آنا تقاضا ہے آپ کے درجہ کے سب سے اعلیٰ ہونے کا۔ اس تقاضے کی وجہ سے آپ کا سب سے آخر میں ہونا باعث فضیلت بنا۔

فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے جو عبارت بنائی اور مولانا قاسم نانوتویؒ کی طرف منسوب کی اس کا مضمون یہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ اس کے علاوہ خود احمد رضا خان صاحب کی دی ہوئی عبارت میں یا کسی اور عبارت میں مولانا نانوتویؒ نے خاتمیت زمانی کا کہیں بھی انکار نہیں کیا۔ اب اس میں کفر کی کونسی بات ہے ہمیں تو کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی اور نہ ہی کسی انصاف پسند کو وہ ملے گی۔

احمد رضا خان صاحب کی تکفیر کی اس وقت تو کوئی بنیاد ہوتی جب وہ ثابت کرتے کہ خاتمیت فقط زمانے کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ لیکن جب انہوں نے اس سے کوئی تعرض ہی نہیں کیا اور خاتمیت مرتبی کا انکار بھی نہیں کیا تو پھر ان کا کفر کا فتویٰ لگانا بھی بے بنیاد ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

یہاں ہم بعض قارئین کو پیش آنے والے ایک اشکال کو بھی حل کرتے چلیں۔ وہ اشکال یہ ہے کہ جب مولانا قاسم نانوتویؒ خاتمیت زمانی کے منکر نہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تو پھر انہوں نے آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے کو فرض کیوں کیا۔ اگر وہ فرض نہ کرتے تو یہ اختلاف ہی پیدا نہ ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو محال ہوتا ہے خواہ وہ عقلی ہو یا شرعی اس کو فرض کرنا منع نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا محال شرعی ہے لیکن خود حدیث میں نبی ﷺ سے منقول ہے کہ: **لو کان بعدی نبیٌ لکان عمر و لکن لا نبی بعدی** (ترجمہ: اگر (بالفرض) میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے)۔ تو نبی ﷺ نے خود ایک محال شرعی کو فرض کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس طرح فرض کرنا جائز ہے۔ نبی ﷺ نے اس طرح علم شریعت میں حضرت عمرؓ کی شان بتانے کے لیے کیا۔ مولانا نانوتویؒ نے بھی مرتبہ نبوت میں نبی ﷺ کی شان بتانے کے لیے محال کو فرض کیا۔

احمد رضا خان صاحب نے یہ عبارت کس طرح بنائی

فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں مذکورہ عبارت تحذیر الناس سے نقل کی اور پڑھنے والے کو یہ ایک مسلسل عبارت معلوم ہوتی ہے جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تحذیر الناس کے مختلف حصوں کو جوڑ کر ایک عبارت بنائی گئی ہے۔ حالانکہ اگر ان ٹکڑوں کو ان کے سیاق وسباق میں لیا جائے تو احمد رضا خان صاحب کے زعم میں بھی جو بنائے تکفیر ہے وہ باقی نہیں رہتی۔

حسام الحرمین میں احمد رضا خان صاحب کی دی ہوئی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

> ”بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تأخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“

اب مولانا نانوتویؒ کی اصل کتاب تحذیر الناس کی طرف مراجعت فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ مذکورہ عبارت کا پہلا حصہ یعنی:

''بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔''

کتاب تحذیرالناس کے صفحہ 18 (مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) کی عبارت ہے۔

عبارت کا دوسرا حصہ یعنی

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

اس کتاب کے صفحہ 34 کی عبارت ہے۔

عبارت کا تیسرا حصہ یعنی

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔''

اس کتاب کے صفحہ 4 کی عبارت ہے۔

اب عبارت کے آخری حصے کو اس کے سیاق وسباق کے ساتھ پڑھیے تو حقیقت واضح ہوجائے گی۔مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں......سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخر میں نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تأخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے......باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ

اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے پر عطف کیا............ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آ جاتا ہے اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے......سو اسی ظہور پر رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا۔ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے۔علاوہ ازیں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے''۔ (تحذیرالناس ص 4)

ملاحظہ فرمایئے مولانا قاسم نانوتویؒ کس صراحت کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں کہ خاتمیت مرتبی کو تأخر زمانی یعنی نبی ﷺ کا سب سے آخر میں نبی ہونا لازم آتا ہے اور نبوت کے جھوٹے دعوے کا سد باب بھی ہو جاتا ہے۔

ختم نبوت یعنی نبی ﷺ کا سب سے آخر میں ہونا اور آپ کے بعد کسی اور نبی کا مبعوث نہ ہونا کس طرح لازم آتا ہے؟ اس کو خود مولانا قاسم نانوتویؒ کے الفاظ میں پڑھیے۔

''جب نبوت کمالاتِ علمی میں سے ہوئی اور دربارہ علم رسول اللہ ﷺ موصوف بالذات ہوئی تو دربارہ نبوت بھی آپ موصوف بالذات ہوں گے...... ہمارے حضرت ﷺ کو قرآن ملا جو تبیانا لکل شیء ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ

اس فن میں یکتا ہیں کیونکہ ہر شخص کا اعجاز اسی فن میں متصور ہے جس فن میں اور اس کے شریک نہ ہوں اور وہ اس میں یکتا ہو مثلاً خوشنویس کے سامنے اگر اور عاجز ہوتے ہیں تو اچھے خوش قطعہ کے لکھنے ہی میں عاجز ہوتے ہیں اور (یعنی دیگر) فنون میں عاجز نہیں سمجھے جاتے بالجملہ رسول اللہ ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض۔ اس صورت میں اگر رسول اللہ ﷺ کو اول یا وسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود (اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا...... ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبت ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے۔ یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متأخرین پر وحی آتی اور افاضۂ علوم کیا جاتا۔ ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی۔ سو اس صورت میں اگر وحی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ کے جو بنسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہیے اور بشہادت آیت وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی۔ اور اگر علوم انبیاء متأخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیانا لکل شئ ہونا غلط ہو جاتا۔

بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لیے ایسی ہی کتاب جامع چاہیے تھی...... ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض (یعنی خاتمیت مرتبی) کو تاخر زمانی (یعنی نبی ﷺ کا سب سے آخر میں ہونا) لازم ہے''۔ (تحذیر الناس ص 9 تا 11)

قارئین ملاحظہ فرمائیں: مولانا قاسم نانوتویؒ نبی ﷺ کے لیے خاتمیت مرتبی کے ساتھ ساتھ خاتمیت زمانی کو کس طرح کھول کھول کر ثابت کر رہے ہیں اس طرح سے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کا جواب پہلے ہی سے مہیا کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود خود مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کو ختم نبوت کے انکار کا الزام دینا بہت بڑی ناانصافی اور بہت بڑا ظلم ہے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سجادہ نشین بھیرہ کا تبصرہ

پیر کرم شاہ صاحب اپنے رسالہ ''تحذیر الناس میری نظر میں'' میں مولانا قاسم نانوتویؒ سے انکار ختم نبوت کے الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (1)

''لیکن مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے تعین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس بات کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جو حضور ﷺ کی ختم نبوتِ زمانی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ کا تبصرہ

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا۔ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی۔ قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا ہے۔''

(1) خود جناب پیر کرم شاہ صاحب کو تحذیر الناس پر جو اشکال ہوا ہے وہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ یہاں ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ احمد رضا خان صاحب نے انتہائی ناانصافی سے کام لے کر مولانا نانوتوی پر ناجائز الزام لگا کر ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ جناب پیر کرم شاہ صاحب نے بھی احمد رضا خان کی تکفیر کو رد کر دیا ہے۔

(ڈھول کی آواز۔ کامل الدین ص116)

فاضل بریلوی کی ایک اور خیانت

احمد رضا خان صاحب نے ایک تو زیادتی یہ کی کہ پوری بات ذکر کیے بغیر مولانا قاسم نانوتویؒ وغیرہ کی عبارات پر ناجائز تکفیر کر کے علمائے حرمین سے بھی تصدیق چاہی اوران میں سے بعض حضرات نے تصدیق کر بھی دی۔ اور ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسا احمد رضا خان صاحب کو سچا اور دیانتدار سمجھتے ہوئے کیا۔ یہ کتنی ناانصافی ہوئی کہ حرمین شریفین کے علماء کو فریب دیا گیا۔

پھر عربی ترجمہ میں بھی خیانت کی گئی اردو کی اصل عبارت یوں ہے کہ ”مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم و تأخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“ اس کا ترجمہ احمد رضا خان صاحب نے یوں کیا ”آخر النبیین **مع انه لا فضل فیه اصلا عند اهل الفهم**“ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”اہل فہم کے نزدیک آخری نبی ہونے میں سرے سے کوئی فضیلت نہیں ہے۔“ حالانکہ بالذات کا ترجمہ ”سرے سے“ کرنا بالکل غلط ہے۔

دیکھئے تحذیر الناس میں ہے کہ بالذات کچھ فضیلت نہیں اور عربی ترجمہ میں احمد رضا خان صاحب نے اس کو یوں ذکر کیا کہ سرے سے کوئی فضیلت نہیں دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں کیونکہ کسی شیئ میں فضیلت دوطرح سے ہوسکتی ہے بالذات اور بالعرض۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی شیئ میں ان میں سے ایک طریقے سے فضیلت نہ ہو بلکہ دوسرے طریقے سے ہو۔ مولانا نانوتویؒ نے بالذات کی نفی کی بالعرض کی نفی نہیں کی بلکہ اس کو ثابت کیا۔ احمد رضا خان صاحب نے سرے سے کہہ کر دونوں طرح کی فضیلت کی نفی مولانا رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردی جو بڑی خیانت ہے۔

باب:6

فاضل بریلوی کا شوقِ تکفیر نمبر2

شہید بالاکوٹ شاہ اسماعیل شہیدؒ پر قائم کردہ
عجیب وغریب چند کفریات کا جائزہ

فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے ایک رسالہ ”الکوکبۃ الشہابیہ“ میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں یہ الزام لگایا کہ:

”بالجملہ ماہ نیم ماہ ومہر نیمروز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام (یعنی شاہ اسماعیل شہیدؒ) پر جزماً قطعاً یقیناً اجمالاً بوجوہ بکثیرہ کفر لازم۔ اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحابِ فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد، کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور از سرنو کلمۂ اسلام پڑھنا فرض و واجب اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب۔“ (الکوکبۃ الشہابیہ ص59-60)

احمد رضا خان صاحب کی یہ عبارت تضادات کا شاہکار ہے لیکن ان تضادات کو جاننے سے پہلے ذرا ان بعض مثالوں کو ملاحظہ فرمائیے جن کو احمد رضا خان صاحب نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کفریات میں شمار کیا ہے۔

مثال نمبر 1

احمد رضا خان صاحب نے کفریہ نمبر 23 کے تحت یہ بیان کیا کہ:

''تقویۃ الایمان ص 14 جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

ص 16-17 اللہ صاحب نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔

ص 18 اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔

ص 7 اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔

یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اس کا افتراء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر رکھ دیا۔ یہ کفریہ بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا ضروری ہے یوں ہی ان سب کا ماننا جزء ایمان ہے ان میں سے جسے نہ مانے گا کافر ہے۔ ہر اُردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم وقبول واعتقاد کو کہتے ہیں۔''

(الکوکبۃ الشہابیہ ص 18)

احمد رضا خان صاحب نے یہ عجیب کفریہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ذمے لگایا ہے۔ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسا شخص کوئی ایسی بات کہے جس کی وجہ سے یہ کھلا بلکہ احمقانہ کفران پر لازم آئے۔

قارئین شاہ شہیدؒ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ فرمائیں۔ تقویۃ الایمان میں شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

قال اللّٰہ تعالیٰ وَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْہِ أَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا انا فَاعْبُدُوْنِ.

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے

پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شرعوں میں ہے سو یہی راہ نجات کی ہے اس کے سوا اور سب راہیں غلط ہیں۔'' (تقویۃ الایمان)

کوئی بھی شخص جو اردو زبان سے واقفیت رکھتا ہو شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ مطلب کبھی نہیں سمجھ سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کو ماننے سے منع کر رہے ہیں۔ جب آیت میں آگے یوں ہے کہ ''سو بندگی کرو میری'' تو یہ اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ ماننے کے لائق سے مراد ہے معبود ماننے کے لائق لہٰذا ''کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے'' سے واضح طور پر مراد ہے ''کوئی معبود ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے'' اور شرک یہ بھی ہوتا ہے کہ معبودیت والوہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی مانا جائے۔ کسی کو ایسے طور سے ماننا کہ اس میں اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہونا نہ آتا ہو اس آیت کے مضمون سے ہی خارج ہے کیونکہ وہ شرک کی تعریف میں ہی داخل نہیں ہے۔ بلاوجہ ایک سیدھی سی بات کو غلط مفہوم دینا انصاف کی بات تو نہیں ہے۔

اسی طرح تقویۃ الایمان میں شاہ شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اخرج احمد عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فی تفسیر قول اللّٰہ تعالیٰ عزوجل و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم قال جمعھم فجعلھم ازواجا ثم صورھم فاستنطقھم فتکلموا ثم اخذ علیھم العھد والمیثاق و اشھد ھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی قال فانی اشھد علیکم السمٰوٰت السبع والارضین السبع و اشھد علیکم اباکم آدم شھدنا ان

تقولوا یوم القیامة انا کناعن هذا غفلین لم نعلم بهذا اعلموا انه لا إلٰه غیری ولا رب غیری ولا تشرکوا بی شیئا انی سأرسل الیکم رسلی یذکرونکم عهدی و میثاقی و انزل علیکم کتبی قالوا شهدنا بانک ربنا و الهنا لا رب لنا غیرک ولا الٰه لنا غیرک.

مشکوۃ کے باب الایمان بالقدر میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ ابی بن کعب نے اس آیت کی تفسیر میں وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ فرمایا کہ اللہ نے اولاد آدم کی اکٹھی کی۔ پھران کی مثلیں لگائیں پھران کی صورت بنائی پھران کو بولنے کی طاقت دی سو بولنے لگے پھران سے قول وعہد لیا اوران کی جان پران سے اقرار یہ کروایا کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا۔ بولے کیوں نہیں۔ فرمایا سو میں گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں کو اور ساتوں زمینوں کو اور تمہارے باپ آدم کو اس واسطے کہ کہیں کہنےلگو قیامت کے دن کہ ہم نہ جانتے تھے۔ سو یہ جان رکھو کہ بے شک بات یوں ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے اور نہیں کوئی مالک سوائے میرے اور مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی۔ بے شک میں اب بھیجوں گا طرف تمہارے رسول اپنے کہ یاد دلا دیں گے تم کو قول وقرار میرا اور اتاروں گا تم پر کتابیں اپنی۔ بولے کہ اقرار کیا ہم نے کہ بے شک تو مالک ہمارا ہے اور حاکم ہمارا ہے۔ نہیں کوئی مالک ہمارا تیرے سوا اور نہیں کوئی حاکم ہمارا تیرے سوائے۔

فائدہ: یعنی اللہ صاحب نے سورۂ اعراف میں فرمایا ہے اور جب نکالی تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد اور اقرار کروایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا۔ بولے کیوں نہیں قبول کیا ہم نے اپنے ذمہ پر۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں کہنےلگو قیامت کے دن کہ بے شک ہم اس بات سے غافل تھے یا کہنےلگو کہ شرک تو کیا تھا ہمارے باپ دادوں نے پہلے سے اور ہم تھے پیچھے ان کے سو کیا برباد کرتا ہے تو ہم کو ان جھوٹوں کے کام

کے بدلے۔ یہ ترجمہ کلام اللہ کی آیت کا ہے سو اس کی تفسیر میں ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ اللہ صاحب نے ساری اولاد آدم کی اکٹھی کی ایک جگہ اور ان کی جدی جدی مثلیں لگائیں جیسے پیغمبروں کی جدی مثل اور بدکاروں کی جدی مثل اور اسی طرح کافروں کی مثلیں لگائیں جیسے یہود و نصاریٰ اور مجوس و ہندو وعلیٰ ہذا القیاس پھران سب کی صورتیں بنائیں یعنی ہر کسی کی صورت جیسی دُنیا میں بنانی منظور تھی ویسی ہی وہاں ظاہر کی کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت کسی کو بہرا کسی کو گونگا کسی کو کانا کسی کو اندھا علیٰ ہذا القیاس پھران کو بولنے کی طاقت دی پھران سب سے اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے۔ پھران سے قول وقرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔ سو ان سب نے اس سب کا قول وقرار کیا اور اللہ صاحب نے اس بات پر آسمان و زمین و آدم کو گواہ کیا اور یہ فرمایا کہ اس قول وقرار کے یاد دلانے کو پیغمبر آویں گے اور کتابیں لاویں گے۔ سو ہر کسی نے جدی جدی اللہ کی توحید کا اقرار کیا اور شرک کا انکار۔'' (تقویۃ الایمان)

شاہ شہیدؒ کی کتاب کا یہ پورا اقتباس پڑھ جائیے۔ رسولوں کے آنے کا ذکر ہے۔ کتابوں کے نازل ہونے کا ذکر ہے تو کیا کوئی پڑھنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ جہاں شاہ شہید رحمہ اللہ نے یہ لکھا کہ ''میرے سوا نہ مانیو'' وہاں کیا رسولوں اور کتابوں کو نہ ماننے کا معنیٰ کوئی سمجھ سکتا ہے بلکہ انہوں نے لاتشرکوابی شیئا (مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی) اس کی تفسیر میں یوں کہا کہ میرے سوا نہ مانیو، جس کا مطلب یہ واضح ہے کہ ''میرے سوا کوئی شریک نہ مانیو۔''

مثال نمبر 2

احمد رضا خان صاحب نے کفریہ نمبر 30 کے عنوان کے تحت یوں تحریر کیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ.

''ہم یہ کہاوتیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو)۔ یہ شخص غیر مقلدی اور دین الٰہی میں ہر گونہ آزادی کا پھاٹک کھولنے کے لیے کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے قرآن سمجھنے کو علم ہرگز درکار نہیں۔ تقویۃ الایمان ص 3 عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے سو یہ بات غلط ہے۔''

(الکوکبۃ الشہابیہ ص 30)

اول تو احمد رضا خان صاحب نے جس طریقے سے قرآن پاک کی مذکورہ آیت کا ترجمہ کیا ہے اس پر بڑا اعتراض آتا ہے کہ جب ان کہاوتوں کی سمجھ فقط عالموں کو ہے تو پھر عالموں اور جاہلوں سمیت تمام لوگوں کے لیے ان کہاوتوں کو بیان کرنے سے کیا فائدہ۔ کوئی بات بیان کرنا تو فقط ایسے لوگوں کے سامنے معقول ہے جو اس کی سمجھ رکھتے ہوں اور جن کو اس کی سمجھ ہی نہیں ان کے سامنے اس بات کو بیان کرنا تو عقل کے خلاف ہے۔ اس اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان میں عالم اس شخص کو سمجھا جاتا ہے جس نے بڑا علم حاصل کیا ہو یعنی بہت کچھ علوم حاصل کئے ہوں یا علوم کے ایک خاص نصاب کی تحصیل کی ہو۔ اس لیے احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں ''عالم'' کے لفظ سے عام آدمی کا ذہن ایسے ہی شخص کی طرف جائے گا جس نے بہت کچھ علوم حاصل کیے ہوں۔ حالانکہ قرآن پاک کی آیت میں العالمون کا لفظ مطلق ہے۔ جو شخص بھی کچھ علم رکھتا ہو خواہ تھوڑا یا زیادہ وہ علم والا کہلائے گا۔ اور لفظ میں یہی مراد ہے معروف عالم مراد نہیں ہیں۔ اسی لیے آیت کا بہتر ترجمہ یہ ہوگا ''اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے لوگ ہی سمجھتے ہیں۔''

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور اسی طرح حدیث شریف دو قسموں

پر ہیں۔ ایک وہ جن کا سمجھنا عام سمجھ رکھنے والے ہر شخص کے لیے آسان ہے باقی یہ علیحدہ بات ہے کہ اتنی سمجھ رکھنے کے باوجود کوئی سمجھنے پر آمادہ نہ ہو۔ دوسری وہ جن کو سمجھنے کے لیے بہت کچھ علم کی ضرورت ہے دوسری قسم احکام شرعیہ سے متعلق ہے جب کہ پہلی قسم کا تعلق توحید کی اہمیت اور شرک و کفر کی مذمت سے ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کا موضوع ہی توحید و سنت کی ضرورت و اہمیت اور شرک و بدعت کی مذمت ہے۔ اور اس بات کو خود شاہ شہیدؒ کے الفاظ میں پڑھیے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ تحریر فرماتے ہیں:

''سو ہر کسی کو چاہیے کہ توحید اور اتباعِ سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے پیچھے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں اور چاہیے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور ہو) اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہی بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے سو اس لیے کئی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اور اتباع سنت کا ہے اور برائی شرک و بدعت کی ہے اس رسالہ میں جمع کیں اور ان آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی (یعنی اردو) سلیس میں کر دیا۔''

(تقویۃ الایمان)

اور پھر شاہ شہیدؒ نے یہ بات محض اپنی عقل سے نہیں کہی بلکہ قرآن پاک کی آیتیں اس پر دلیل لائے ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا کچھ سمجھنا مشکل نہیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ وَ مَا یَکْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ.

اور بے شک اتاریں ہم نے تیری طرف باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

فائدہ: یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بری لگتی ہے سو اس لیے جو لوگ بے حکم ہیں وہ ان سے انکار رکھتے ہیں۔

اور اللہ و رسول کے کلام کو سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ.

''وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں اور بے شک تھے وہ پہلے سے صریحاً گمراہی میں۔

فائدہ: یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ انہوں نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند اور راہ بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ پر۔

سو جو کوئی یہ آیت سن کر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا سو اس نے اس آیت کا انکار کیا اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگ ان کی راہ پر چل کر بزرگ بن جاتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے اس پورے کلام میں کوئی بات بھی تو ایسی نہیں ہے جو کفر کی

ہو یا جس کو کفر لازم ہو۔ اس پر پھر ایک بڑے عالم اور راہِ حق میں شہید ہونے والے پر کفر کا الزام دینا انصاف کا خون کرنا نہیں ہے تو کیا ہے؟

احمد رضا خان صاحب کی عبارت میں تضادات

اس باب کے شروع میں یعنی ص 40 پر احمد رضا خان صاحب کی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ کا ایک اقتباس نقل کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ وہ تضادات کا شاہکار ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دین میں تکفیر (کسی کو کافر کہنے یا بتانے) سے متعلق دو اہم ضابطے ہیں۔

ضابطہ اول

کسی کی بات خود تو کفر نہ ہو البتہ اس کو جو نتیجہ لازم ہوتا ہو وہ کفر ہو۔ اس کفر کو کفر لازم یا کفر لزومی کہتے ہیں اور جس کی بات خود کفر ہو وہ کفر التزامی کہلاتا ہے۔ تکفیر کفر التزامی پر کی جاتی ہے کفر لزومی پر نہیں۔

ضابطۂ دوم

کسی کی بات میں کئی وجوہ سے کفر کا معنی بنتا ہو لیکن اگر ایک وجہ سے ایسا معنی بھی بنتا ہو جو کفر کا نہ ہو تو تکفیر سے احتیاط کی جائے گی اور تکفیر کرنا جائز نہ ہوگا۔

ان دو ضابطوں کی روشنی میں اب احمد رضا خان صاحب کے تضادات ملاحظہ ہوں۔

تضاد نمبر 1

احمد رضا خان صاحب ایک طرف یہ لکھتے ہیں۔ ''اس فرقہ پر جزماً قطعاً یقیناً اجمالاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم'' جن کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کفر التزامی نہیں لزومی ہے اور ضابطہ اول سے معلوم ہوا کہ اس پر تکفیر نہیں کی جاتی لیکن احمد رضا خان صاحب دوسری طرف لکھتے ہیں۔ ''بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب مرتد وکافر'' حالانکہ جب ان کی تکفیر نہیں کی جا سکتی تو ان کو مرتد وکافر کیونکر بنایا جا سکتا ہے۔ کسی کو مرتد وکافر کہنا اور بتانا ہی تو تکفیر ہوتی ہے۔

تضاد نمبر 2

احمد رضا خان صاحب جب یہ کہتے ہیں کہ ''بوجوہ کثیرہ کفر لازم'' تو وہ تسلیم کرتے ہیں کہ کئی وجوہ سے کفر لازم ہورہا ہے تمام اور کل وجوہ سے نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عبارتوں کا بعض وجوہ سے ایسا معنی بھی بن سکتا ہے جو صحیح ہو اور کفریہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں تکفیر سے اجتناب ضروری ہوتا ہے جیسا کہ ضابطہ دوم سے معلوم ہوا۔ اسی بناء پر احمد رضا خان صاحب نے آگے یہ تو کہہ دیا۔ کہ ''ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی تکفیر) سے کف لسان۔ مختار۔ ومناسب'' لیکن یہ کہہ کر کہ ''بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتوی اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر'' عملاً تکفیر بھی کر دی اور اس طرح تضاد کی یہ دوسری مثال بن گئی۔

باب:7

غیر دیوبندی علماء ومشائخ کا
فاضل بریلوی کی تکفیر سے اختلاف

رام پور، بدایوں اور خیر آباد وغیرہ کی طرح ہندوستان کے بعض اور علاقے بھی علم کے مراکز کی صورت میں قائم تھے۔ انہیں میں قصبہ دیوبند میں قائم شدہ علمی مرکز بھی تھا۔ یہ تمام علمی مراکز اہل سنت کے تھے۔ ان کے مابین عزت واحترام کے تعلقات تھے اور سوائے اس کے کہ بعض کے درمیان کچھ جزوی مسائل میں اختلاف تھا کوئی اصولی اور معتد بہ اختلاف نہ تھا کہ جن کی بنا پر علیحدہ علیحدہ فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہوں۔ یہ فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے متبعین ہی تھے کہ جنہوں نے عزت واحترام اور اتحاد وتعلقات کی اس فضا میں ارتعاش پیدا کیا جس کو پھر وہ بڑھاتے ہی چلے گئے۔ جس نے بھی ان کی رائے سے کچھ اختلاف کیا وہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے متبعین کی تکفیری مہم سے بچ نہ سکا۔ آج رامپور تو کل بدایوں پھر خیر آباد اور پھر لکھنؤ۔ اور دیوبند پر تو ان کی خاص ہی عنایت رہی اور حالت یہ ہوئی کہ:

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

لیکن احمد رضا خان صاحب کی اس تحریک اور شوق تکفیر سے دیگر علمی مراکز علم و ارشاد متفق نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی رائے کے اظہار میں بخل سے کام نہ لیا اور دیوبند کے علمی مرکز سے وابستہ حضرات کی طرف کفر وفسق وگمراہی کی نسبت کرنے سے براءت

کا برملا اعلان کیا۔

ذیل میں ان ہی بعض علماء ومشائخ کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

1- حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہ

کتاب ''شہادات امیریہ'' میں ہے۔

خبر حسرت اثر مرگ مولانا و استاذ مولوی محمد قاسم (نانوتوی) صاحبؒ کی آئی تو حضرت (شاہ عبدالرحیم سہارنپوری) نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ آج میری پشت دوصدموں سے ٹوٹی ہے۔ ایک مرگ مولوی محمد قاسم سے دوم رحلت مولوی احمد علی صاحب (سہارنپوری) سے۔ یہ دونوں بزرگوار بے ریا،متبع شریعت مفیض اکمل تھے۔ مجھ کو ان کے باعث بڑی تقویت تھی۔ اب میں تنہا رہ گیا ہوں۔''

(شہادات امیریہ علی مکشوفات رحیمیہ ص 14)

آپ کے خلفاء میں سے ایک حضرت مولانا قاری عبدالکریم صاحب تخت ہزاروی تھے جن کے سلسلے میں اس وقت صوفی برکت علی صاحب لدھیانوی دارالاحسان سالاروالا ہیں۔ جناب صوفی صاحب علمائے دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ کومقبول بارگاہِ خداوندی سمجھتے ہیں۔

(ماخوذ از حکایت مہر ووفا)

2- قطب الاقطاب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ

ضیاءالقلوب میں فرماتے ہیں۔

''جو صاحب اس فقیر سے محبت وعقیدت وارادت رکھیں وہ مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی محمد قاسم سلمہ کو جوتمام کمالات علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں میری جگہ بلکہ مدارج میں مجھ سے فوق سمجھیں۔''

(ضیاءالقلوب ص 60 مطبع مجتبائی دہلی)

3- حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ

حضرت کے خلیفہ مولانا شاہ تجمل حسین بہاری رحمہ اللہ اپنی تالیف ''کمالاتِ رحمانی'' میں رقمطراز ہیں:

''آپ (یعنی حضرت گنج مرادآبادیؒ) نے حضرت مولانا (قاسم نانوتوی) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت حاصل ہوگئی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ، کی بھی تعریف کی کہ ان کے قلب میں ایک نورالٰہی ہے جس کو ولایت کہتے ہیں۔''

(کمالاتِ رحمانی طبع سوم ص 105 مطبوعہ آزاد پریس پٹنہ)

4- حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی قدس سرہ،

انوارالعاشقین میں حضرت صاحب کا یہ فرمودہ تحریر ہے:

''میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ حضورﷺ تشریف لے جارہے ہیں۔ مولانا محمد قاسم (نانوتوی) تو جہاں پائے مبارک حضورؐ کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں اور میں بے اختیار بھاگا ہوں کہ حضورؐ کے پاس پہنچوں چنانچہ میں آگے ہوگیا۔'' (انوارالعاشقین ص 88)

5- مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمہ اللہ

''اسوۂ اکابر میں ہے کہ حضرت مولانا سابق پنجاب کے جلیل القدر عالم اور شیخ طریقت تھے۔ تمام علوم کی سند فراغت حضرت علامہ عبدالحیٔ لکھنوی قدس سرہٗ سے حاصل تھی اور طریقت میں عارف باللہ حضرت خواجہ ملا دین محمد صاحب تیراہی نقشبندی مجددی (چورہ شریف ضلع کیمبل پور) رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم تھے۔

ایک دفعہ امرتسر میں ایک واعظ کی انگیخت پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلاف عوام میں سب وشتم کا طوفان اٹھا تو حضرت مفتی صاحب قاسمی نے جلسہ عام میں عوام کوسرزنش کی اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توہین وتکفیر سے عوام کو روکا۔'' (اسوۂ اکابر ص 161)

6- حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ

(ا) ایک مولوی صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ توحید کے متعلق گفتگو فرمائی۔ مولانا نے تشفی بخش جوابات دیئے تو وہ بہت مسرور ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مولانا گنگوہی کے یہاں مجھے یہ باتیں نہ ملیں۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ''مولانا گنگوہیؒ بہت بڑے شخص ہیں۔ ان میں صحابہ کی شان پائی جاتی ہے''۔ (ص164)

(ب) مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نام اپنے ایک خط میں ان کو لکھتے ہیں۔

''آپ لوگ بڑے عالی ہمت بلند حوصلہ ہیں، دولت دارین کے سرمایہ دار، جو کام کرنا چاہتے ہیں تائید ایزدی رفیق ہوتی ہے۔ ہر کام بخیر وخوبی انجام پاتے ہیں۔'' (ص136)

(ج) ''ان حضرات (یعنی مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب، مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبندی، مولانا فیض الحسن صاحب مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم کا مطمح نظر یقیناً کمالات علمی و اخلاقی و اتقائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ حضرات علوم ظاہری کے دقیقہ شناس معارف باطنی کے نکتہ رس بارگاہ تقویٰ کے ذروہ قصوی کے بہرہ یاب تھے۔'' (ص143)

(سوانح حیات مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادیؒ مصنفہ محمد الفاروقی)

7- حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ:

اسوۂ اکابر میں ہے۔

ایک شخص آیا اور اس نے (حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ سے) دریافت کیا۔ ''آپ مولوی قاسم صاحب کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔

حضرت پیر صاحب نے جواباً فرمایا تم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے

متعلق پوچھتے ہو؟ سائل نے عرض کیا جی ہاں انہی کے متعلق۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا ''وہ حضرت حق کی صفت علم کے مظہر اتم تھے۔'' (اسوۂ اکابر ص27)

8- خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیریؒ

ایک استفتاء کے جواب میں کہ کیا حضرات (شاہ محمد اسماعیل، مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد) کافر ہیں؟ تحریر فرمایا تھا کہ یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔''

(مولانا حکیم سید برکات احمد ص184 برکات اکیڈمی کراچی)

9- خواجہ قمرالدین سیالوی صاحب رحمہ اللہ

حضرت خواجہ صاحب نے اپنی ایک تحریر میں لکھا:

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا۔ میں مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔'' (ڈھول کی آواز، کامل الدین ص116)

باب:8

بے ادب بے نصیب

1- طرف قبلہ کی بے ادبی

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ کے مرید جناب مولانا ملک حسن علی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ (یعنی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ) بریلی مولانا احمد رضا خان صاحب کی ملاقات کے لیے گئے تو دیکھا کہ وہ حقہ نوشی کر رہے ہیں اور قرآنی تفاسیر ان کے سامنے ہیں تو منغض ہو کر وہاں سے لوٹ آئے۔''

(مقدمہ خزینۂ معرفت ص13 مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین)

اس واقعہ کی تفصیل خود مولانا ملک حسن علی صاحب بیان فرماتے ہیں:

''یہ واقعہ خود حضرت میاں صاحب نے مجھے سنایا تھا اور اس پر بہت ہی اظہارِ تاسف کیا تھا۔ ایک بار ہندوستان کے سفر میں وہ بریلی بھی تشریف لے گئے۔ خان صاحب بریلوی کے ہاں پہنچے۔ ان کے کمرۂ خاص میں قدم رکھتے ہی دیکھا کہ خان صاحب کے سامنے قرآن کریم کی تفسیریں اور حدیث پاک کی کتابیں کھلی رکھی ہیں اور خود بدولت شغل حقہ نوشی فرما رہے ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کو اس منظر سے ناقابل برداشت وحشت ہوئی چنانچہ بن کلام کیے تیزی سے واپس ہوئے۔ باہر آ کر دل میں یہ خیال آیا کہ اے بندۂ خدا تو

اتنی دُور سے آیا ہے ایک مرتبہ ان سے مل تو لے۔

چنانچہ حضرت میاں صاحبؒ واپس ہوئے اور دوبارہ خان صاحب بریلوی کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ اب ایک نیا منظر انہوں نے دیکھا کہ خان صاحب جانبِ قبلہ شریف تھوک رہے تھے یہ دیکھ کر حضرت میاں صاحب کی طبع مبارک نہایت مکدر ہوئی اور بن ملے ہی لوٹ آئے۔''

(مقدمہ خزینہ معرفت ص43 مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ کے ملفوظات میں جو کہ خزینۂ معرفت میں جمع کئے گئے ہیں، حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کا یہ پرحکمت قول بھی مذکور ہے۔

''حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کی زیارت کو گئے تو انہوں نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ آپ اسی وقت واپس تشریف لے آئے اور فرمایا جو شخص اسلام کا ادب نہیں جانتا اس سے کیا فائدہ ہوگا۔''

(خزینہ معرفت ص189 مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین)

اس ملفوظ سے خود حضرت میاں صاحبؒ کے طرز عمل کی وجہ معلوم ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ایسے شخص سے فائدہ نہیں ہوتا۔

2- حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں بے ادبی

احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب حدائق بخشش حصہ سوم ص 64 میں اس عنوان 'در شان حضور غوث الثقلین غیث الکونین مغیث الملوین سلطان بغداد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ، وارضاہ عنا، کے تحت قصیدہ میں ایک شعر یہ لکھا:

روئے یوسف سے فزوں تر حسن روئے شاہ ہے
پشت آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ

ترجمہ: حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پشت آئینہ کے چہرے کی برابری نہیں کر سکتی۔

شرح: آئینہ کی پشت تاریک اور زنگ زدہ ہوتی ہے جبکہ آئینہ کا چہرہ روشن ہوتا ہے۔حسن کے مقابلے میں شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کو یا ان کے حسن کو روئے آئینہ یعنی آئینہ کے چہرے سے تشبیہ دی جب کہ حضرت یوسف علیہ اسلام یا ان کے حسن کو پُشت آئینہ سے تشبیہہ دی۔ایک عظیم نبی کی شان میں یہ تشبیہہ یقیناً بڑی بے ادبی ہے۔

3-ام المومنینؓ کے بارے میں بدزبانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(خلائق بخشش حصہ سوم ص 37)

(سلیس عبارت: آپ اتنا چست وتنگ لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل کھچ جاتی تھی گویا ابھی پھٹی کہ پھٹی۔جوانی کا ایسا ابھار تھا کہ سینہ اور پہلو کپڑے سے باہر ہوئے جاتے تھے)۔

4-حضرت عثمان غنیؓ، پر طعن

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونے لگی۔اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہوا۔کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔اس وقت سے لے کر اب تک یہ سنتِ اسلام اسی طرح چلی آرہی ہے۔احمد رضا خان صاحب نے اس متواتر عمل کے خلاف فتویٰ دیا اور کہا کہ جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔علماء بدایوں نے صحابہؓ کے متفقہ عمل اور خلیفۂ راشد کی سنت کی حمایت میں آواز اٹھائی تو احمد رضا خان صاحب نے ان کو پدر پرستی کا طعنہ دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا

عبدالمقتدر بدایونی نسباً عثمانی تھے۔احمد رضا خان صاحب کی تحریر ملاحظہ ہو جس میں خود حضرت عثمانؓ کے بارے میں انتہائی توہین وگستاخی کی گئی ہے۔

''جو دربارہ اذان سنت رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہ کرے اگر امام وقت ہے جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے اور جو پدر پرستی میں سنت نبوی اور ارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سے جاہل ہو امام اور علامہ چنیں وچناں ہے۔'' (بحوالہ تجلیات انوار المعین ص43)

احمد رضا خان صاحب کی اس توہین آمیز تحریر پر خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیریؒ خاموش نہ رہ سکے اور لکھا:

''یہ صریح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کیا اور اس خلاف میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھی ہوئے اور اتباع وسنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاکِ بریلی سے اٹھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے...... کیا اعلیٰ حضرت حضرت عثمان غنیؓ کو ایسی صاف سنانے پر بھی ہٹے کٹے سنی بنے رہیں۔فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (تجلیات انوار المعین ص 43)

5-احمد رضا خان صاحب کی مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کے اپنے ممدوح مدرس کی تحقیر وتوہین

مسجد نبوی کے جن عالم و مدرس کی احمد رضا خان صاحب نے تحقیر وتوہین کی ہے پہلے ان ہی کے بارے میں عمومی اور خصوصی تعریفیں ذکر کیں۔اپنی کتاب تمہید ایمانی کے ص 46 پر ان عمومی تعریف اس طرح کی:

''مگر ہمارے عوام بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے فائدہ کہاں کی ہوں گی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیثِ صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہو گا۔لہٰذا اپنے عام

بھائیوں کی زیادت اطمینان کو مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام وفقیہان عظام کے حضور فتویٰ پیش ہوا۔ جس خوبی وخوش اسلوبی و جوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقیں فرمائیں۔''

اس عبارت میں احمد رضا خان صاحب نے تعریف میں یہ کلمات استعمال کئے:

علمائے کرام، فقیہان عظام اور عمائد اسلام (اسلام کے ستون) ہیں اور پھر ان کے جوش دینی کا اعتراف کیا۔

اور اپنی کتاب حسام الحرمین پر تقریظات میں ان کی خصوصی تعریف اس طرح کی۔

صورة ما سطر من فی العلم تصدر و فی الدرس تقرر و دقق النظر ورد و صدر بتوفیق من القادر الشیخ الفاضل عبدالقادر توفیق الشلبی الطرابلسی الحنفی المدرس بالمسجد الکریم النبوی. منحه الله تعالیٰ من فیضه القوی.

(ترجمہ: تقریظ ان کی جو علم میں صدر بنے اور مدرس ٹھہرے اور غور کیا اور مدارک علم میں آمد ورفت کی قدرت والے کی توفیق سے حضرت فاضل عبدالقادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی مسجد کریم نبوی میں مدرس۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فیض قوی سے عطا دے۔)

غرض مسجد نبوی کے مدرس عبدالقادر شلبی کی جو خصوصی تعریف کی اس میں ان کے حق میں یہ کلمات کہے:

علم میں صدر مدرس۔ دقیق النظر۔ مدارک علم میں آمد ورفت کنندہ۔ حضرت فاضل۔ مسجد کریم نبوی ﷺ کے مدرس۔

ان تمام عمومی وخصوصی تعریفوں کو پیش نظر رکھیں اور پھر دیکھیں کہ احمد رضا خان صاحب ایک مسئلہ میں ان کے اختلافی تحریر لکھنے پر کس طرح سے ان کی توہین وتحقیر کرتے ہیں۔ اپنی کتاب اجل الرضا میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس بے معنی تحریر کی حالت یہ اول تا آخر اغلاط وخطا سے مملو (یعنی بھری ہوئی) جہل وسفاہت (یعنی حماقت) وافتراء وتناقض وخیانت ونافہمی ومکابرہ (یعنی دھونس)

وغیرہ کونسا کمال ہے کہ ان گنتی کی چند سطروں میں نہیں۔''

مزید یہ کہا:

''ایسا احمق زید شاید طرابلس میں بستا ہو۔''

اور انہی کے بارے میں یہ بھی لکھا۔

''جو شخص مدینہ طیبہ میں ہو کر گزرا کچھ کہہ دے۔''

(بحوالہ تجلیات انوار المعین ص19)

لیجئے جن کو مدینہ طیبہ کے علمائے کرام وفقیہان عظام میں سے شمار کیا اور جن کو عمائد اسلام میں سے قرار دیا اور جن کے جوش دینی کا اعتراف کیا اور تعریف کے طور پر جن کو علم میں صدر نشین، حضرت فاضل، دقیق النظر، مدارک علم میں آمد ورفت کنندہ اور مسجد کریم نبوی ﷺ کا مدرس بتایا ہوا ان کو بیک جنبش قلم جہل وسفاہت اور افتراء وتناقض اور خیانت ونافہمی اور مکابرہ وغیرہ کا مرتکب قرار دیا اور ان کو احمق جیسے لقب سے نوازا اور مدرس مسجد نبوی کی جگہ یہ سلوک کیا کہ ان کی شان میں یوں کہا کہ بس مدینہ طیبہ میں سے ہو کر گزرا ہے۔ یہ تو کھلی تحقیر وتوہین نظر آتی ہے۔

باب:9

فاضل بریلوی کی وصیت

فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی وفات سے دو گھنٹے 17 منٹ پیشتر جو وصیت لکھائی اس کی دو شقیں ملاحظہ ہوں۔

1- ''اعزا سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین باران اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مُرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری کا شامی کباب۔ پراٹھے اور بالائی، فیرنی، ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف۔ اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر و یا جیسے مناسب جانو مگر بطیبِ خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو۔'' (وصایا شریف)

دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا۔ چھوٹے مولانا نے عرض کیا: اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔ فرمایا پھر لکھو۔ ان شاء اللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا۔

اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔ (وصایا شریف ص 10/9)

وصیتیں تو پہلے بھی علماء اور بزرگ لکھاتے رہے ہیں لیکن احمد رضا خان صاحب کی وصیت کا اور ہی ڈھنگ ہے۔ مرنے کے بعد حاصل ہونے والی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی چیزیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں لیکن احمد رضا خان صاحب کا خیال ہے کہ یہاں جو کچھ فاتحہ پر دیا جائے بعینہ وہی چیز یا اس کا مزہ مرنے والے کو پہنچتا ہے۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ اتنی اہم چیز کو نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے عمل میں لائے نہ ہی ائمہ مجتہدین اور نہ ہی دیگر علماء و اولیاء۔ پھر قبرستان جو کہ عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے احمد رضا خان صاحب کی وصیت کی بناء پر وہیں لوگوں کی دعوت کا سامان بھی ہو گیا۔ اس پر شورش کاشمیری مرحوم کا یہ تبصرہ کافی ہے۔

حاشیہ ادرک کی چٹنی کا پھریری دال میں
قورمہ، فرنی پلاؤ۔ کیا یہی اسلام ہے؟

2- ''اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔'' (وصایا شریف ص 10)

اگر دین وہ مراد ہوتا جو رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا ہے تو وہ تو تیرہ سو سال سے محفوظ چلا آ رہا ہے۔ اس پر قائم رہنے کے لیے اسلاف کی لکھی ہوئی کتب کافی ہیں۔ یہ تو کوئی اور ہی دین ہے جس پر قائم رہنے کو سب فرضوں سے بڑھ کر فرض بتایا جا رہا ہے۔ اور واقعتاً یہ کوئی علیحدہ ہی دین ہے جیسا کہ اصول و فروع یعنی عقائد و اعمال میں احمد رضا خان صاحب نے اہلسنت کے اسلاف سے ہٹ کر علیحدہ ہی باتیں نکالی ہیں۔

باب:10

روایت حدیث میں بے احتیاطی
جھوٹی اور من گھڑت حدیث بیان کرنا

(1) احمد رضا خان صاحب بیان کرتے ہیں:

''ایک پری مشرف با سلام ہوئی اور اکثر خدمت اقدس ﷺ میں رہا کرتی تھی۔ ایک بار عرصہ تک حاضری نہ ہوئی سبب دریافت فرمایا۔عرض کی کہ حضور میرے عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہوگیا تھا۔ میں وہاں گئی تھی۔ راہ میں میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام تو نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے نماز پڑھتا ہے۔اس نے کہا کہ شاید رب العزت تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص28)

اس روایت پر تبصرہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اس کو موضوع ومن گھڑت روایتوں میں سے شمار کیا ہے لکھتے ہیں:

كذا وقع فی موضوعات ابن الجوزی ولا يدری من ذا و لعله وضع هذا.

(میزان الاعتدال ج 4 ص 190)

(ترجمہ: یہ روایت موضوعات ابن الجوزی میں ایسے ہی واقع ہے اور اس روایت

کے راوی منقر بن حکم کے بارے میں علم نہیں کہ یہ کون شخص ہے۔شاید کہ اسی شخص نے یہ روایت گھڑی ہو۔)

2-احمد رضا خان صاحب کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو:

اعلیٰ حضرت قبلہ (احمد رضا خان صاحب) کی حدت مزاج کا تذکرہ تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی۔ اس پر ارشاد فرمایا حدیث میں ہے۔**ان الحدة تعتدی قراء امتی لعزة القرآن فی اجوافهم.** محاورہ حدیث میں قراء علماء کو کہتے ہیں یعنی میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جوان کے دلوں میں ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج 4 ص39)

تبصرہ

علامہ ذہبیؒ نے اس روایت کو بھی من جملہ جھوٹی روایات میں سے شمار کیا ہے اور صراحت کے ساتھ فرمایا ہے **هذه احاديث مكذوبة** (یعنی یہ جھوٹی حدیثیں ہیں)۔

(میزان الاعتدال ج 4 ص354)

باب: 11

فاضل بریلوی کی دو غلط بیانیاں

فاضل بریلوی کے ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ ایک صاحب شاہجہان پور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سنا ہے اور بعض دیو بندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اس لیے میں نے چاہا کہ حاضر ہو کر جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

اس پر (احمد رضا خان صاحب نے) ارشاد فرمایا:

اس کا فیصلہ تو قرآن عظیم نے فرما دیا۔ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ. جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں کہیں اس کا نام و نشان ہو تو دکھا دے۔ ہم اہلسنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عزوجل فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ (یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں)۔ تفسیر معالم خازن میں ہے یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ اور وہابیہ دیو بندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے۔ اور شیطان کو وسعت علم نص سے ثابت ہے اور اللہ کے دیئے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا برابری تو در کنار۔ میں نے اپنے کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت

ہر گز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی۔ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین رضوی ص 267)

اس عبارت میں احمد رضا خان صاحب نے دو غلط بیانیاں کی ہیں:

1- ایک تو انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے یہ کہیں نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے اور یہ کہ ان کی طرف اس کی نسبت کرنا جھوٹ ہے۔

2- دوسرے انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ دیو بندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں۔

پہلی غلط بیانی کا جائزہ:

کہ رسول اللہ ﷺ کے علم کا اللہ کے علم کے برابر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا

احمد رضا خان صاحب کی کتابوں میں نبی ﷺ کے علم کے متعلق دو طرح کے دعوے ملتے ہیں:

پہلا دعویٰ

ازل سے لے کر قیامت کے دن تک کی جملہ معلومات پر آپ کا علم محیط ہے اور آپ کے علم سے اس کا کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں۔

اس دعویٰ سے متعلق حوالجات یہ ہیں:

(ا) ”ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔“ (انباء المصطفیٰ)۔

(ب) ”جن سے اللہ عزوجل نے ما کان و ما یکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔

(مقدمہ حدائق بخشش حصہ سوم ص 9)

دوسرا دعویٰ:

ازل سے ابد تک کا پورا علم آپ ﷺ کو دیا گیا۔ یہی علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے کیونکہ ازل اور ابد دونوں ہی لا متناہی ہیں۔

اس دعویٰ سے متعلق احمد رضا خان صاحب کے حوالجات ملاحظہ ہوں۔

(ا) ''ازل سے ابد تک تمام غیب وشہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ''۔

(اعتقاد الاحباب ص 4)

الا ماشاء اللہ کے الفاظ سے کوئی غلط فہمی نہ ہو کیونکہ تمام غیب وشہادت اور اطلاع تام جیسے الفاظ کے ہوتے ہوئے الا ماشاء اللہ کے الفاظ محض برکت کے لیے لائے گئے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگلے حوالہ میں ان الفاظ کے استعمال کا تکلف بھی نہیں کیا گیا اور واضح طور پر کہا۔

ب:

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(حدائق بخشش حصہ اول بحوالہ اظہار العیب)

ان حوالجات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ احمد رضا خان صاحب خود اس عقیدے کے مدعی ہیں کہ نبی ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے جب کہ اس عقیدے کے باطل ہونے کا اقرار بھی خود ہی کر دیا ہے۔

رہا یہ عقیدہ کہ نبی ﷺ کو ازل سے لے کر قیامت کے دن تک کی تمام موجودات اور ان کے ذرہ ذرہ کا علم حاصل ہے اس کی تردید احمد رضا خان صاحب کے ممدوح اور مدینہ منورہ کے عالم سید احمد برزنجی[1] کے قلم سے پہلے ہی گزر چکی ہے جس کو ہم یہاں دوبارہ

[1] احمد رضا خان صاحب کے اس عقیدے کے بارے میں مسجد نبوی کے مدرس علامہ سید احمد آفندی برزنجی رحمہ اللہ کی بات بھی سن لیجئے۔ یہ وہی سید احمد آفندی برزنجی ہیں جن کے بارے میں خود احمد رضا خان صاحب نے کہا ہے کہ جامع علوم نقلیہ واصل فنون عقلیہ جامع شرافت حسب ونسب۔ آباؤ اجداد سے وارث علم وشرف محقق صاحب ذہن نقاد مدقق تیز ذہن مدینہ طیبہ میں شافعیہ کے مفتی مولانا سید شریف احمد برزنجی ان کا فیض ہر سیاہ وسفید کو شامل ہو۔

نقل کرتے ہیں:

یہی علامہ برزنجی لکھتے ہیں:

''پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا خان نے اپنے ایک اور رسالہ پر مطلع کیا جس میں وہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ نبی کریم کا علم ہر چیز کو محیط ہے حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان احاطہ مذکورہ میں صرف حدوث وقدم کا فرق ہے اور یہ کہ ان کے پاس اپنے مدعی پر دلیل قاطع اللہ تعالیٰ کا قول و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا)...... پس میں نے اس بات کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ ان کے مدعیٰ پر دلالت قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطہ علمیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور ائمہ دین میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کے لیے غیر متناہی کے احاطہ علمیہ کا قول نہیں کیا۔ چونکہ ان کا یہ گمان غلط اور ان کی قرآن کی یہ تفسیر بلا دلیل تھی اس لیے میں نے چاہا کہ میں ایک مختصر کلام جمع کر دوں (غایۃ المامول)۔

علامہ سید احمد آفندی بزرنجی کی اس بات سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ احمد رضا خان صاحب نے ازل وابد سے لامتناہی ہی لیے تھے ورنہ رد وقدح کی کیا ضرورت تھی اور احمد رضا خان صاحب کو اپنی بات سے ہٹنے سے یکسر انکار کیوں تھا؟ باقی احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب الدولۃ المکیۃ میں ازل وابد سے مجازی معنی یعنی مدت مدید مراد لینا بیان کیا ہے تو یہ ان کی مصلحت بنی پر محمول ہے۔ علاوہ ازیں خود یہ عقیدہ بھی درست نہیں اور اس پر تفصیلی رد علامہ سید احمد آفندی برزنجیؒ کی کتاب غایۃ المامول میں موجود ہے۔

دوسری غلط بیانی کا جائزہ کہ دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو

علم نہیں

علمائے دیوبند کے بارے میں یہ بات کہنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے رسول اللہ ﷺ کو غیب کی بہت سی باتوں کا علم کا استثناء قرآن و حدیث سے ثابت ہے (مثلاً قیامت کب ہوگی اور سورہ لقمان میں مذکور دیگر چار چیزیں) ان کا علم نہیں دیا تو ان کا علم نہیں تھا۔ اسی طرح بغیر کسی واسطے اور ذریعہ کے خود بخود اپنی صلاحیت سے غیب کو معلوم کر لینا بھی آپ کے لیے نہیں تھا۔

احمد رضا خان صاحب نے اپنی اس غلط بیانی کا مدار بعض علمائے دیوبند کی جن عبارتوں کو بنایا ہے خود انہی کی مراد کو بتانے میں انہوں نے غلطی کی۔ احمد رضا خان صاحب نے واقعہ یہ ہے کہ عبارتوں میں یا ان کے ترجموں میں کچھ ترمیم کی اور ان کا وہ مطلب بتلایا جس کو خود وہ عبارتیں لکھنے والے اور مصنفین یہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ مراد نہیں ہے اور ہم تو اس کو خود کفر سمجھتے ہیں بلکہ ہماری جو مراد ہے اس کے حق ہونے میں کسی کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ صاحب کلام اور صاحب کتاب اپنے کلام اور اپنی کتاب کے معانی سے زیادہ باخبر ہوتا ہے۔ اور پھر ان حضرات نے بار بار اپنے صحیح اور اہلسنت کے مطابق عقیدے کی تصریح کی ہے۔

غرض ایسی عبارات کو جن میں احمد رضا خان صاحب کے بتلائے گئے مطلب کو خود عبارات والے کفر ہی جانتے ہوں اور ایسے مطالب سے اظہار براءت کرتے ہوئے یہ الزام دیتے ہوں کہ احمد رضا خان صاحب نے اصل عبارات کو نقل کرنے میں دیانت کا معیار باقی نہیں رکھا تو ایسی عبارات کو مدار تکفیر بنانا بالکل ہی خلاف قاعدہ ہے۔

یہ بعض علمائے دیوبند مثلاً مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اپنا اور دیگر علمائے دیوبند کا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں۔

''ہم اس امر کے زبان سے قائل اور دل سے معتقد ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو تمام مخلوقات سے زیادہ وہ علوم عطا ہوئے جن کو ذات و صفات

(الٰہیہ) اور تشریعات یعنی احکام عملیہ اور حکم نظریہ (فکری حکمتیں) اور حقیقتہائے حقہ و اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول۔ اور بلا شبہ آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ ولیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو زمانہ کی ہر ہر گھڑی میں پیش آنے والے واقعات میں سے ہر ہر جزئی کی اطلاع و علم ہو کہ اگر کوئی واقعہ آپ کے مشاہدہ شریفہ سے غائب رہے تو آپ کے علم اور معارف میں ساری مخلوق سے افضل ہونے اور وسعتِ علمی میں نقص آ جائے اگرچہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس جزئی سے آگاہ ہو جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر وہ واقعہ عجیبہ مخفی رہا جس سے ہد ہد کو آگاہی ہوئی۔ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعلم ہونے میں نقصان نہیں آیا چنانچہ ہد ہد کہتی ہے کہ میں نے ایسی خبر پائی جس کی آپ کو اطلاع نہیں اور شہر سبا سے سچی خبر لے کر آئی ہوں۔''

(فتاویٰ خلیلیہ۔ المہند علی المفند ص427 تا429)

''ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے۔ ہاں کسی جزئی حادثہ حقیرہ کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہت سے گھٹیا اور حقیر باتوں کی شدت التفات کے سبب مل جانے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل

نہیں ہوسکتا کیونکہ ان حقیر وگھٹیا باتوں پر فضل وکمال کا مدار نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی ایسے بچے کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہوگئی ہو یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں بچہ کا علم اس تبحر ومحقق عالم سے زیادہ ہے جس کو جملہ علوم وفنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں۔ اور ہم ہدہد کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والا قصہ بتا چکے ہیں اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ ''مجھے وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں''۔ اور کتب حدیث وتفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں۔''

''ہمارے ملک کے مبتدعین سرور عالم ﷺ کے لیے تمام شریف و دنی اور اعلیٰ و اسفل علوم ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی علوم جزئی ہیں یا کلی آپ کو معلوم ہوں گے لیکن ہم نے معتبر نص (یعنی قرآن وحدیث) کے بغیر اس فاسد قیاس کی بناء پر اس علم کلی وجزئی کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمایئے ہر مسلمان کو شیطان پر فضل وشرف حاصل ہے۔ پس اس قیاس کی بناء پر لازم آئے گا کہ ہر ہر امتی بھی شیطان کے علوم پر حاوی ہو اور لازم آئے گا کہ سلیمان علیہ السلام کو اس بات کا پہلے سے علم ہو جو ہدہد نے ان کو بتائی۔

اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے کئی علماء کر چکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شہنشاہ روز جزا سے خائف ہو کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے۔''

(المہند علی المفند)

باب:12

فاضل بریلوی کی زبان کی شرافت کا معیار

تم ہی کہو یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

1- مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے
اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں ٹکٹکائے جائیں گے
وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں
پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو
پیٹھ پر جا کر کان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش حصہ سوم ص96)

2- ان ہی مولانا تھانوی کے بارے میں یہ بھی لکھا:

أضر حبلی من نتائج ردة
اشرف علی لعبة الصبیان
انھی جرائک فی الحسان عن العوا
انت انبحی یا کلبة الشیطان

(حدائق بخشش حصہ سوم ص89)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے۔

(اے حاملہ) تو اپنے پلوں کو اچھے لوگوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔

3- ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بارے میں یہ کہا:

اسپ سنت مادہ خر از بدعت آوردہ بہم
استر ندوہ بدست آرند و مفخر می کنند

(حدائق بخشش حصہ سوم ص 32)

(ترجمہ) سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا۔ اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔

اس مقام میں احمد رضا خان صاحب نے زبان کی گراوٹ کے مظاہرہ کے علاوہ سنت جیسی شرعی اہم چیز کی جو توہین کی ہے یہ کچھ ان ہی کا حصہ ہے۔

4-(i) تیسرا ان کے نصیبوں کا سب میں سیدھا۔ [1] (سدالغرار)

(ii) تیسرا دونوں سے بڑھ کر مضر۔ (ایضاً)

(iii) یہی تینوں آ کر یہ نے ہضم فرمائے۔ (ایضاً)

(iv) اس پر آ کر ہ والی یوں نکھرتی ہے۔ (ایضاً)

(v) آپ معمول مجعول کا پیوند جوڑ کر دخول کی مشکل آسان بھی کر لیں۔ [2] (ایضاً)

(بحوالہ تجلیات انوار المعین ص 33-34)

---

1 جو بات تھی اس کو اس طرح بھی ادا کیا جا سکتا تھا کہ (تیسرا سوال یا جواب بالکل صاف وسیدھا ہے) لیکن سوال یا جواب، کے لفظ کو حذف کر کے اور لفظ ''نصیبوں'' کی زیادتی کر کے احمد رضا خان نے ان میں اور ہی رنگ بھر دیا ہے۔ یہی مخصوص رنگ خان صاحب کے اور جملوں میں بھی نمایاں ہے۔

2 علمائے بدایوں کو جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر یعنی داخل مسجد ہونے پر اصرار تھا۔ احمد رضا خان صاحب لفظ دخول کی مناسبت سے کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

باب:13

فاضل بریلوی کے بارے میں ان کے ہمعصر علماء کی آراء جو احمد رضا خان صاحب کی نظر میں دیوبندی وہابی نہیں تھے

علمائے بدایوں کو احمد رضا خان صاحب سے گلہ

اگرچہ بظاہر احمد رضا خان صاحب نے اپنی تنقید وتکفیر کا اصل ہدف علمائے دیوبند کو بنایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی کبھی احمد رضا خان صاحب کی بات سے اختلاف کیا احمد رضا خان صاحب نے اس کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس کے خلاف قلمی معرکہ آرائی نہایت غیر عالمانہ طریقے پر شروع کر دی۔

احمد رضا خان صاحب کے طرزِ عمل کو دیکھ کر مولانا عبدالمقتدر بدایونی نے لکھا:

''تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ نفوس علماء میں خشیت وتواضع وانصاف کی جگہ تشدد واعجاب بالرائے وحب تعلیٰ وسیادت متمکن ہوگئی۔ اپنے لیے القاب عظیمہ اعلیٰ اعلیٰ مناقب فخیمہ اپنے قلم سے لکھ کر اپنے آپ کو ساری دنیا سے بزرگ تر سمجھ کر سب کو اپنا مقلد بنانا چاہتے ہیں۔ متقدمین ومتاخرین سب پر معروضات وتنقیدات لکھ کر ان کا شمار کر کے قوم میں شائع کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ مخالف کو نرمی سے افہام گویا ہماری لغت میں لفظ بے معنی ہے۔ دل دعوائے عصمت کرتا ہے کہ ہر مسئلہ میں حق ہماری طرف ہے زبان سے اس کا اظہار پسند

نہیں کرتے۔تقریر میں اس قدر اغلاق ہونا چاہیے کہ اہل اسلام کو خاک فائدہ نہ پہنچے اور طول اس حد تک کہ ناظر گھبرا کر کتاب چھوڑ دے۔ مسخرہ پن کا اس قدر چسکا کہ سیدھا سادہ اسلامی فقرہ جو بغیر تصنع وتکلف کے ہو لکھنا مشکل ہے۔کوئی بات ضلع جگت ہنسی پھبتی اور ابہام سے خالی ہو تو لطفِ سخن کیونکر ملے جب ہی تو ہماری کتابیں اور رسالے غرباء وعوام کو فائدہ بخش نہیں۔'' (انکشاف حق ص146۔خلیل احمد خان قادری بدایونی)

علمائے بدایوں احمد رضا خان صاحب کو جواب میں لکھتے ہیں:

''آپ نے برعکس نہند نام زنگی کافور احکام شرعیہ کا نام بدنام کیا ہے اور خوب جانیں نکالی ہیں اور زور تجدید ختم کر دیا ہے اور دل کھول کر دل آزاری و گستاخی کی ہے۔اس کو بھی باوجود آپ کی ہزار کوشش اخفاء ہم سمجھ گئے کہ مقصود صرف اس قدر ہے ان الفاظ پر اگر کوئی بھڑک کر ترکی بہ ترکی جواب دے دے تو نام اُچھالنے کے لیے اور کہنے کے لیے تو ہو جائے گا کہ حق پر گالیاں ملی ہیں اور کوئی صورت تو ہاتھ آ جائے جس سے آپ اپنی گالیوں پر پردہ ڈال سکیں۔''

(انکشاف حق ص147)

''مجدد صاحب۔ اب آپ سدالفرار کے ص 80 کو پڑھیے اور اپنے مریدوں کو بتا دیجئے ہم اس سے زائد کچھ نہ لکھیں گے۔ نہ ہمارا یہ شیوہ کہ فرضی افسانہ طرازیاں کریں۔ نہ یہ طریقہ کہ دلی کدورتوں کے باعث خود کو امام ومجدد نہ تسلیم کرنے والوں پر احکام دینیہ شرعی کے ساتھ مسخر کر کے دنیا جہان پر الزام شدید ذہنی خیالات پر لگا دیں۔ہم نے جو کہا وہ آپ کی تحریر پر موجود ہے۔''

(انکشاف حق ص148)

نیز لکھا:

''ہم کہتے ہیں کہ ان (احمد رضا خان) کو قطع و برید وتحریف کا ایسا چسکا پڑ

گیا ہے کہ کوئی عبارت کسی کی پوری پوری نقل نہیں فرماتے خاص کر وہ جس میں ایک ایک لفظ مربوط اور معنی خیز ہو۔الخ (انکشاف حق ص149)

2- علمائے رامپور کا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں تبصرہ

رامپور کی مجلس علماء کا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں بیان ملاحظہ ہو:

''یہ جال دجال (یعنی احمد رضا خان) نے خوب بچھایا اور ہمیشہ یونہی حد سے گزر کر لوگوں کو کافر بنایا۔علماء حرمین شریفین تک کو غلط بیانی سے دھوکے میں ڈالا اور یہ حکم مندرجہ بالا حاصل کیا۔ بعد اس کے علماء حرمین شریفین نے یہ معلوم کر کے 26 سوال ان لوگوں کو بھیجے کہ کیا تم ایسا اعتقاد رکھتے ہو اور ایسا کہتے ہو انہوں نے جواب دیے کہ ہرگز ایسا نہیں اور ثابت کر دیا کہ یہ جال مولوی احمد رضا خان نے بچھایا ہے تاکہ اپنے آپ کو حامی سنت ماحی بدعت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت ثابت کر دیں۔اس لیے اکثر علماء کو جوان (یعنی احمد رضا خان) کے رطب و یابس کو نہیں مانتے بدمذہب اور کافر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اس پر علماء حرمین شریفین نے لکھ دیا کہ جب ان کا یہ خیال ہے تو یہ مسلمان ہیں کافر نہیں۔'' الخ

(انکشاف حق ص152)

3- مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ کا دردناک تاثر

مولانا اپنے ایک خط میں جو 11 رمضان 1313ھ میں تحریر کیا گیا احمد رضا خان صاحب کو بڑے رنج وافسوس کے ساتھ لکھتے ہیں:

''...... جب سے ہمارے گروہ کو ذلت کا سامنا ہوا۔ کفار حاکموں کے روبرو ہم مجرموں کی طرح پکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ ہمارے دین وایمان کی کتابیں ان کے پیروں میں رکھی ہوتی ہیں۔ ہم اور ہمارے علماء کھڑے ہو کر

دیکھتے ہیں اور ہمارے مخالفین کو ڈگریاں ملتی ہیں۔افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی اس ذلت پر ذرا نظر نہیں ہوتی۔مولانا! خدا کے لیے غور کیجئے اور دشمنانِ دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔''

(بحوالہ سیرت مولانا محمد علی مونگیری ص172)

4- خیرآبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری

(استاد پیر قمر الدین سیالوی صاحبؒ)

کا احمد رضا خان کے بارے میں مفصل جائزہ

مولانا معین الدین اجمیریؒ جو کہ خیرآبادی سلسلہ سے تھے احمد رضا خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہوئے ان کی خصوصیات گنواتے ہیں۔ان حقیقی اور مدلل خصوصیات کو ملاحظہ فرمائیے۔

خصوصیت نمبر 1،: بند خلاصی (یعنی چھٹکارا حاصل کرنا)

جب اعلیٰ حضرت (یعنی احمد رضا خان) دلائل مخالف کے جواب سے معذور ہو جاتے ہیں تو اپنی بند خلاصی کے لیے اصل دعوے کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

اسی کو دیکھیے کہ (جمعہ کے خطبہ کی) اذان (کے) خارج مسجد (کرنے) پر کس قدر زور دیا کہ اس کے اجراء پر سو شہیدوں کا اجر تقسیم کر بیٹھے اور اپنے فتوے میں اس کے متعلق چھاپ دیا کہ مسلمانوں خصوصاً مسجد کے متولیوں، اماموں، مؤذنوں کو سو شہیدوں کے ثواب اور باریابی دربار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت۔ اس بے سروپا دعویٰ کے جوش میں یہ جوہر کمال دکھایا کہ امتِ محمدی ﷺ کے تمام علماء بدعت وگمراہی کے گھاٹ اتار دیے گئے اور بعض کو تمغۂ تکفیر تک پہنا دیا گیا۔ جب علماء بدایوں کا سخت وار آشکارا ہوا تو (احمد رضا خان نے اپنی کتاب) سدا الفرار (کے) ص 12 میں اس دعویٰ سے اس طرح (لکھ کر) فرار کیا ''دوسرا افتراء (مخالفین نے مجھ پر یہ کیا) یہ کہ میں نے بجزم یقین نسبت

قطعی کی کہ زمانۂ رسالت وخلافت میں یقیناً خارج مسجد تھی حالانکہ نہ یہ الفاظ ہمارے کلام میں۔نہ قطع (جزم) کی حاجت فرعی احکام میں۔''

لیجئے اعلیٰ حضرت نے بند خلاصی تو کر لی مگر ساتھ ہی اس کے اپنی چنائی (یعنی عمارت) آپ ہی ڈھا دی۔ یا تو یہ شورا شوری کہ اذان خارج مسجد سُنّت اور اندرون مسجد بدعت اور یا یہ بےنمکی کہ یہ فرعی حکم ہے ہم کو اس کا یقین تو کیا جزم بھی نہیں۔ جب یہ حالت تھی تو دنیائے اسلام میں یہ فتنہ کبریٰ نہ معلوم کس مصلحت سے برپا کیا۔ جس مسئلہ میں جزم تک حاصل نہ ہوا اس کی وجہ سے فتنۂ عظیم برپا کر دینا صرف اعلیٰ حضرت کا حصہ ہے۔

خصوصیت نمبر2: الزام بمالم یلتزم

یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہ ہو نہ شرعاً عرفاً اس کا لزوم ہو اس کو اپنے مخالف کے سر تھوپ دینا (بالفاظ دیگر جس بات کو مخالف نے اپنے سر نہیں لیا اس کو مخالف کے سر تھوپنا) اعلیٰ حضرت کی صفتِ خاصہ ہے جس کا اکثر مواقع میں ظہور ہوتا رہتا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف ایک مثال پر اکتفا کی جاتی ہے:

(ہم نے) القول الاظہر میں اذان خطبہ کے داخل مسجد ہونے پر جہاں اور دلائل قاہرہ پیش کئے تھے وہاں مراقی الفلاح کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید کی تھی **والاذان بین یدیه کالا قامة جری به التوارث** (اقامت کی طرح اذان بھی خطیب کے سامنے ہو۔اس پر امت کا عمل متوارث چلا آ رہا ہے) جس سے داخل مسجد اذان کا نہ صرف ثبوت ہوا تھا بلکہ اس کا اجماعی ہونا مثل آفتاب روشن ہو گیا تھا اور اقامت کے ساتھ تشبیہ نے اس میں تازہ روح پھونک دی تھی۔ اب اعلیٰ حضرت کا تجاہل عارفانہ ملاحظہ ہو۔آپ نے **جری به التوارث** کو نظر انداز کر کے یہ سوال گھڑا کہ ہمارے فقہائے کرام نے کہیں اس اجماع کا ذکر فرمایا۔ مطلب یہ کہ گو حسبِ تصریح صاحب مراقی الفلاح اذان داخل مسجد بتوارث سہی لیکن خاص لفظ اجماع کا انہوں نے نہیں فرمایا۔اور

جب تک کہ لفظ اجماع کی تصریح نہ ہو ہم کو بدستور سائل رہنے کا حق حاصل اور ہمارا الزام قائم کہ مسئلہ کا اجماعی ہونا کسی کتاب سے ثابت نہ ہوا حالانکہ ہم نے (یعنی مولانا معین الدین اجمیری وغیرہ نے) ثبوت اجماع کے لیے لفظ اجماع کا التزام نہیں کیا تھا (یعنی ہم نے اپنے اوپر یہ لازم نہیں کیا تھا کہ اجماع صرف اجماع کے لفظ سے ثابت ہوگا توارث کے لفظ سے نہیں ہوگا) نہ اس التزام کی ضرورت۔ کاش اگر تعصب وعلم بسیط کا ناخنہ چشم اعلیٰ حضرت سے دور ہو جائے تو ان کو صاف نظر آ سکتا ہے کہ توارث روشنی میں اجماع سے بھی بڑھ کر ہے۔

خاصیت نمبر3: مغالطہ دہی (یعنی مغالطہ دینا)

یہ خاصیت اعلیٰ حضرت کی تمام تالیفات کی جان اور روح رواں ہے۔ اس کی مثالیں آپ کی تالیفات میں بکثرت ہیں جس کے احاطہ کے لیے ایک دفتر بھی کفایت کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ مجبوراً دو مثال پر اقتصار مناسب سمجھا گیا۔

(1) اعلیٰ حضرت اپنے (رسالہ) سد الفرار میں حضرات علماء بدایوں کے منہ اس طرح آتے ہیں۔

''اول تو کھلا دور مضمر ہے یعنی اس میں شے اور دعویٰ خود اپنے اوپر ہی موقوف ہے) اس اذان کا حکم **لا یؤذن** سے خارج جاننا بحکم بناء اس پر موقوف کہ **بین یدیہ و عند** کو دخول پر دال مانیں اور ان کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ مانیں اور داخل مسجد کو صالح اذانِ جمعہ جاننا اس پر موقوف کہ اس اذان کو حکم **لا یؤذن** سے خارج مانیں۔ اُلٹ پلٹ کرشے خود اپنے نفس پر موقوف ہوگئی۔''

اعلیٰ حضرت کا دور بھی ماشاء اللہ تمام دوروں کا قبلہ گاہ اور اعلیٰ حضرت نکلا کہ جس کے دائرہ میں تمام دنیا آ گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی طرح اگر ان کے دور میں وسعت نہ ہوئی تو پھر بات کیا ہوئی۔ اب ناظرین اس دور کا تماشہ دیکھیں کہ کہاں تک

اس کا دورِ حکومت ہے۔ ہم تمام بنی آدم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قصر شاہی کی نسبت کہا کہ ''اس میں کسی شخص کے جانے کی اجازت نہیں''۔ دوسرے شخص نے یہ خبر دی کہ ''سلطان قصر میں رونق افروز ہیں'' اب تمام نوع بشر سے سوال ہے کہ ان ہر دو شخص کی خبریں کیا باہمی متناقض ہیں یا دور کے دائرہ میں آئی ہوئی ہیں۔ فقیر کے خیال میں انسان تو انسان حیوان کو بھی اگر نطق پر قدرت ہو جائے تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ اس میں نہ تناقض ہے نہ دور۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے طور پر اس میں دور ہے اس طرح کہ سلطان کا اس کلیہ (قصر شاہی میں کسی شخص کے جانے کی اجازت نہیں) سے خارج جاننا اس پر موقوف کی خبر ثانی (سلطان قصر میں رونق افروز ہیں) کو دخول پر دال مانیں اور اس کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ قصر شاہی کو صالح دخول سمجھیں اور اس کا صالح دخول سمجھنا اس پر موقوف کہ سلطان کو اس کلیہ سے خارج جانیں۔ اُلٹ پلٹ کرشے خود اپنے نفس پر موقوف ہوگئی لہٰذا ممکن نہیں کہ بحکم خبر اول سلطان کو اپنے قصر میں داخل ہونا نصیب ہو......

اصل بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہاں صریح مغالطہ دیا ہے وہ یہ کہ **بین یدیہ و عند** دخول پر دال ہیں اور انہی کی دلالت پر مسجد صالح اذان ہوگئی۔ پس (مسجد کے اندر اذان کی) صلاحیت خود اس (بین یدیہ وعند کی داخل مسجد پر) دلالت پر متفرع ہے نہ کہ اس کا موقوف ہونا۔ اعلیٰ حضرت نے متفرع وموقوف علیہ میں دیدہ ودانستہ فرق نہ کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا تھا۔ لیکن مغالطہ آخر مغالطہ ہی ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اس کا پردہ فاش ہو کر رہا......

خصوصیت نمبر4: بہتان طرازی

اس کی یہ مثال ہے:

.... رہی (احمد رضا خان صاحب کی) یہ بات کہ اذان خطبہ داخل مسجد کو القول الاظہر میں مثل اذان صلوٰۃ قرار دیا گیا ہے یہ محض افتراء ہے۔ البتہ اعلیٰ حضرت کی اس بے

ہنگام روش کے انسداد کے لیے جوتمام دنیائے اسلام کے خلاف نمودار ہوئی ہے (ہماری طرف سے) یہ عرض کیا گیا تھا کہ ’’اگر انہیں بعض کے مجرد قول وفتوی پر ایسے زبردست اجماع نیست و نابود ہو سکتے تو پھر کسی اجماعی مسئلہ پر اطمینان باقی نہیں رہ سکتا۔ عام مسلمانوں پر اس کا نہایت بُرا اثر پڑے گا مبادا کہیں وہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ نفس صلوٰۃ و اذان پر جو اجماع ہے کہیں یہ بھی مصنوعی نہ ہو۔‘‘ لیجئے ارادہ تو کیا تھا احیاء سنت کا اور ہو گیا یہ کہ اب فرض و واجبات کے بچنے کی بھی خیر نہیں۔ کجا (ہماری) یہ بات کہ اس کا عام مسلمانوں پر برا اثر پڑے گا اور کجا (ہم پر) یہ افتراء کہ (ہماری طرف سے) مثل اذان و صلوٰۃ ہونے کا دعویٰ ہے اور پھر (احمد رضا خان صاحب) فرطِ جرأت سے مطالبہ دلیل......

خصوصیت نمبر5: خروج از دائرہ بحث

جب اعلیٰ حضرت جواب سے عاجز و درماندہ ہو جاتے ہیں تو مجوث عنہ (یعنی موضوع بحث) کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں کہ مبادا کہیں حق ظاہر ہو جائے تو اور لینے کے دینے پڑیں۔ اعلیٰ حضرت نے جب دیکھا کہ عام طور پر کتب احناف میں **بين يد المنبر و عندالمنبر و على المنبر** موجود اور ان کا تراشیدہ خیال **على باب المسجد** سب میں مفقود ایسی بے بسی کی حالت میں اعلیٰ حضرت بجز اس کے کہ فقہاء احناف بلکہ امام شافعی وفقہائے شافعیہ وامام احمد بن حنبل و جمیع حنابلہ کا ساتھ چھوڑ کر امام مالک کا (بزعم خود) دم نہ بھریں تو کیا کریں۔ چنانچہ اجل الرضاص 19 میں (احمد رضا خان صاحب) تحریر فرماتے ہیں ’’حضرات کرام مالکیہ اور خود ان کے امام سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ربع اسلام ہیں کیا ان کے خلاف کے ساتھ کوئی اجماع منعقد ہو سکتا ہے۔‘‘

للہ الحمد (احمد رضا خان صاحب کی) اس عبارت سے اس قدر ضرور واضح ہو گیا کہ بجز امام مالکؒ وحضرات مالکیہ تمام ائمہ امام اعظم امام شافعی و امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم وجمیع فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ اذان خطبہ اندرون مسجد ہونا چاہیے۔ اب اعلیٰ

حضرت کو اذان داخل مسجد میں کیا عذر ہے جب کہ وہ حنفی ہیں اور سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خالص مسئلہ میں وہ مالکی ہیں یا مجتہد کہ کسی امام کی پیروی سے سرکار نہیں رکھتے۔ اور اگر خدانخواستہ اس مسئلہ میں بھی مقلد امام ابوحنیفہ ہیں تو پھر نہ معلوم حضرات کرام مالکیہ کا ذکر بے محل چھیڑنے اور دائرہ بحث سے خارج ہونے میں ان کو کیا فائدہ حاصل ہوا...... یہ گفتگو اعلیٰ حضرت کے زعم پر تھی ورنہ حضرت امام مالک اور حضرات مالکیہ کا خلاف بھی قابل تسلیم نہیں جب تک کہ ان کی کتب معتبرہ سے حوالہ نہ دیا جائے۔ پادر ہوا باتوں سے کام نہیں چلتا۔ خوبی قسمت سے ہم (احمد رضا خان صاحب کی) بارگاہ تجدید میں اس قدر خوش عقیدہ بھی نہیں کہ ان کی بے سند بات پر ان کے حواریوں کی طرح ایمان لے آویں خصوصاً جب کہ حضرات مالکیہ کی تصریح اعلیٰ حضرت کے خلاف موجود۔ چنانچہ شرح زرقانی مالکی میں ہے:

سن الا ذان لجماعة طلبت غيرها لفرض وقتي و لو جمعة صادق بالاول والثانی فان کل واحد منهما سنة و الثانی اوکد لانه الذی کان بين يديه ﷺ.

اس میں علی باب المسجد کا نام ونشان نہیں جو اعلیٰ حضرت کو مفید ہو گا۔ فاضل مدنی مولانا عبدالقادر شلبی مدرس مدرسہ مسجد نبوی ﷺ نے بھی یہی عبارت نقل کر کے اعلیٰ حضرت کے خلاف ڈگری دی تھی جس کا جواب اعلیٰ حضرت سے صرف یہ بن پڑا کہ ’’شرح خلیل کی عبارت صاف اس کے مخالف ہے خوش فہمی سے اسے بھی نقل کر لایا۔‘‘ اب یہ بات اعلیٰ حضرت کے سینہ میں راز سربستہ کی طرح رہی کہ (شرح خلیل کی) یہ عبارت فاضل مدنی (عبدالقادر شلبی) کے خلاف کیوں ہے......

خصوصیت نمبر6: حق پوشی (یعنی حق کو چھپانا)

(ہم نے) القول الاظہر میں اذان خطبہ داخل مسجد کے اجماعی ہونے کا ثبوت متعدد کتابوں سے دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک روشن ثبوت کتاب مراقی الفلاح سے بھی

پیش کیا تھا جس کی عبارت بقدر ضرورت اوپر نقل کی گئی۔ اعلیٰ حضرت براہ حق پوشی ان تمام عبارات کونظر انداز کر کے صرف علامہ ابن حجر کی عبارت کواس طرح رد فرماتے ہیں کہ ”یہ (یعنی اجماع صحابہ) بھی سہی تو ایک ابن حجر کی نقل سے یقیناً اجماع ہونا کیونکر مانا۔ کتب اصول میں اجماع منقول آحاداً ”کا کیا حکم ہے“۔ اب (اعلیٰ حضرت کے) اس رد کا جواب وہ دے جس نے محض ابن حجر کی عبارت پر اکتفا کیا ہو۔ اعلیٰ حضرت خواہ مخواہ ہمارے سر کیوں ہوتے ہیں جب کہ ہم نے علامہ ابن حجر کی نقل و کتاب مراقی الفلاح سے اجماع کا ثبوت اور دیگر کتب مثل عالمگیری وکشاف و مدارک سے اس کی تائید کی...... رہا اجماع منقول احاداً سو اس کی نسبت بھی (یعنی اس کے بارے میں بھی) عامۂ اصولیین کی رائے یہ ہے کہ وہ مثل حدیث احاد واجب العمل ہے گو ظنی ہی سہی۔ چنانچہ علامہ تفتازانی تلویح میں فرماتے ہیں۔

نقل الاجماع الینا قدیکون بالتواتر فیفید القطع و قد یکون بالشھرۃ فیقرب منه و قد یکون بخبر واحد فیفید الظن و یوجب العمل لوجوب اتباع الظن بالدلائل المذکورۃ انتھی.

اس مقام پر اعلیٰ حضرت نے حق پوشی کے ساتھ انصاف سے بھی کام لیا کہ جس مسئلہ کا ان کو علم تھا اس کا ہم سے استفسار کر کے اپنی تسلی کر لی۔ اب یہ بات اور ہے کہ جواب مسئلہ نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ اجماع منقول احاداً حدیث احاد کی طرح واجب العمل ثابت ہوا۔ اس کا اذان خطبہ اندرون مسجد پر یہ اثر ہوگا کہ وہ واجب العمل ہو جائے گی جس کے نام سے اعلیٰ حضرت کو لرزہ آتا ہے۔ اس صورت میں اعلیٰ حضرت کی حق پوشی نے بھی اظہار حق کر دیا۔ فللّٰہ الحمد...... اب اگر اعلیٰ حضرت سے شکایت ہے تو اس قدر کہ جس طرح بالاضطرار حق ان کے قلم سے نکل جاتا ہے اسی طرح اپنے اختیار سے بھی اس کا اظہار فرمایا کریں۔

خصوصیت نمبر 7: باد بدستی (یعنی ہوائی باتیں کرنا)

اعلیٰ حضرت سے جب کچھ نہیں بن پڑتا تو باد ہوائی باتیں شروع کر دیتے ہیں جن کی سند تو در کنار اس کے وعدہ کا بھی اندراج اپنے رسالہ میں نہیں کرتے۔ اور پھر نہایت کشادہ دلی کے ساتھ ایسی بے بنیاد بات کو ایسے پیرایہ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ جیسے یہ تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے اور جس طرح دو دو چار کا انکار نہیں ہوسکتا اسی طرح یہ باد ہوائی بات بھی ہے۔ اس بساط کے بچھانے کے بعد یہ شاطرانہ چال چلتے ہیں کہ دیکھو اس بناء پر ہمارے مخالف کا دعویٰ رد ہو گیا۔ القول الاظہر میں جب کہ عبارت فتح الباری سے اذان داخل مسجد پر اجماع ثابت کر دیا گیا تو اس کی نقض کی اعلیٰ حضرت کو صرف یہ ترکیب سوجھی کہ انہیں علامہ ابن حجر کی طرف ایک غلط اور بے سرو پا بات نسبت کر کے اجماع کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ (اعلیٰ حضرت) اجل الرضاص 20 میں فرماتے ہیں کہ ”یہی ابن حجر اسی فتح الباری میں جو ملک مغرب کا حال لکھتے ہیں وہ اس جزئی دعویٰ (جمیع بلاد اسلامیہ) اور ص 8 میں صریح تصریح (تمام عرب وعجم مشرق و مغرب) پر کیا اثر ڈالتا ہے۔“ اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سچ مچ ابن حجر نے فتح الباری کے کسی مقام میں کوئی ایسی بات اذان خطبہ کے متعلق تحریر کر دی ہے جس میں اہل مغرب کا تعامل اعلیٰ حضرت کے مطابق ہے۔ اب اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ آپ نے نہ فتح الباری کی کوئی عبارت نقل کی نہ اس عبارت کا خلاصہ پیش کیا نہ اتنی بڑی کتاب کی کسی جلد کا حوالہ دیا (جو کہ کامل تیرہ جلدوں میں ہے) نہ باب وفصل سے اطلاع دی نہ صفحہ کا نشان دیا۔ ایک اُڑتی ہوئی بات ارشاد فرما کر ہم پر یہ سوال وارد فرما دیا کہ وہ آپ کے دعویٰ پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں ظاہر فرمایا کہ برا اثر ڈالتا ہے یا اچھا۔ اس کا استفسار بھی ہم سے ہے کہ تم اس اثر کی حقیقت بیان کرو۔ ہم تو سوال کرنے کے دھنی ہیں۔ اجماع کا ثبوت بھی ان کا خصم دے۔ مختلف کتب کی عبارتیں بھی انہیں کا خصم ہی نقل کرے۔ پھر اس کا مطلب بھی ان کا خصم بیان کرے پھر جو اس پر احکام مرتب ہوں ان کا اظہار بھی ان کے خصم کے ذمے۔ جب تمام اہم امور کی انجام دہی ان کے خصم

کے سپرد ہوگئی تو اب اعلیٰ حضرت کے ذمے کیا رہا بجز اس کے ان کا خصم ان کے منہ مانگے تمام سوالات پورے کرتا رہے اور یہ اس کی ایک بات بھی نہ مانیں۔ لطف پر لطف یا ستم پر ستم کہ القول الاظہر کے صفحات کا بڑے زور شور سے حوالہ دیا جائے جو کل تین جزء کا رسالہ ہے۔ چنانچہ اس سوال میں بھی ص 8 کا حوالہ مرقوم ہے لیکن فتح الباری جیسی عظیم الشان کتاب (کہ جو کامل تیرہ جلدوں میں ہے) اس کے صفحہ کا نام ونشان تو درکنار اس کی جلد تک کا حوالہ درج نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کے اظہار سے بھی دریغ......الخ

خصوصیت نمبر 8: تحکم وحکومت طلبی

اس کا ظہور مختلف طور سے ہوتا ہے کبھی اس طرح کہ ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو مسند فضل وکمال کا صدر نشین بنا دیا۔ پھر جو لہر آئی تو اس کو ایک دم جاہل واحمق والے خطاب دے دیے محض اس جرم میں کہ اس نے اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے خلاف کوئی کلمہ کہہ دیا۔ اس کی بطور نمونہ دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(1) شیخ عبدالقادر توفیق شلبی مدرس مسجد نبوی ﷺ کی (اعلیٰ حضرت نے) اپنی کتاب حسام الحرمین میں اس طرح مدح سرائی کی (عربی عبارت کا ترجمہ خود اعلیٰ حضرت نے اس طرح کیا) ''تقریظ ان کی جو علم میں صدر بنے اور مدرس ٹھہرے اور غور کیا اور مدارک علم میں آمد ورفت کی۔ قدرت والے کی توفیق سے حضرت فاضل عبدالقادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی مسجد کریم نبوی میں مدرس۔ اللہ تعالیٰ انہیں فیض قوی عطا دے۔

اعلیٰ حضرت کے حواریو! تم نے دیکھا کہ تمہارے اعلیٰ حضرت نے کیسے پر عظمت الفاظ میں اس فاضل مدنی کی تعریف کی ہے۔ لو اب ذرا تصویر کا دوسرا رُخ دیکھو۔ اجل الرضا میں انہیں فاضل مدنی اور ان کی تحریر کی نسبت یہ ارشاد ہے:

''اس بے معنی تحریر کی حالت یہ کہ اول تا آخر اغلاط وخطا سے مملو، جہل و سفاہت وافتراء وتناقض وخیانت، نافہمی ومکابرہ وغیرہ کونسا کمال ہے کہ ان گنتی کی چند سطروں میں نہیں۔'' چند سطروں کے بعد پھر فاضل مدنی پر اس طرح

چوٹ کی ''ایسا احمق زید شاید طرابلس میں بستا ہو۔'' ایک صفحہ بعد پھر فاضل مدنی پر شرارہ جلال اس طرح گرایا۔ ''طرابلسی تحریر پر جب یہ قاہر رد اس میں موجود تھے انہیں دیکھ کر کسی ذی انصاف یا شرم والے کو اس بے مغز تحریر کا نام بھی زبان پر لانا نہ تھا نہ کہ دین الٰہی میں حجت بنانا'' (تجلیات انوار المعین ص 7 تا 21)